اَن مول تحفہ

جمع وترتیب:

شعبۂ ترجمہ برائے جالیات



مکتب تعاونی برائے دعوت وارشاد ملز - ریاض

تیلیفون: ۲۴۱۰۶۱۵-۲۴۱۴۴۸۸ فیکس: ۲۴۱۱۷۳۳

اَن مول تحفہ

ترتیب

آفتاب عالم محمد أنس المدنی

مکتب تعاونی برائے دعوت وارشاد سُلی - ریاض

پوسٹ باکس نمبر:۱۴۱۹ الریاض:۱۱۴۳۱مملکت سعودی عرب

ٹیلیفون:۲۴۱۰۶۱۵-۲۴۱۴۴۸۸فیکس:۲۴۱۱۷۳۳

ح المكتب التعاوني للدعوة والارشاد بالسلي ، ١٤٣٠ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

المكتب التعاوني للدعوة والارشاد بالسلي

زاد المسلم. / المكتب التعاوني للدعوة والارشاد بالسلي.-

الرياض ، ١٤٣٠ هـ

١٩٧ ص ؛ .. سم

ردمك : ٧-٠٤-٨٠٤٨-٦٠٣-٩٧٨

(النص باللغة الأوردية)

١ - الادعية و الاوراد أ. العنوان

ديوي ٢١٢,٩٣ ١٤٣٠/٥٤٦٥

رقم الإيداع : ١٤٣٠/٥٤٦٥

ردمك : ٧-٠٤-٨٠٤٨-٦٠٣-٩٧٨

آٹھواں رمضانی مسابقہ ۱۴۳۰ھ

☆☆ مختصر طور پر درج ذیل سوالوں کا جواب لکھیں

۱-اسلام کے کتنے ارکان ہیں؟

۲-اکثر لوگوں نے توحید کی کس قسم کا انکار کیا ہے؟

۳-کیا محض زبان سے ''لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ'' کہنے سے نجات مل جائے گی؟ یا اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے؟

۴-امتِ محمدیہ پر سب سے پہلے کون سی عبادت فرض ہوئی؟

۵- (اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ) اس حدیث کا ترجمہ لکھیں.

۶-غزوۂ خندق کے موقعہ سے نبی کریم ﷺ نے مشرکوں پر کس چیز کے سبب بددعاء کی تھی؟

۷-سنتِ مؤکدہ سے متعلق ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لکھیں.

۸-کیا عورتوں کے زیور میں زکوٰۃ واجب ہے؟

۹-کس مہینہ میں صدقہ کرنا سب سے بہتر صدقہ ہے؟

۱۰-تین چیزوں کا تذکرہ کریں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے.

۱۱-حج کی کتنی قسمیں ہیں؟

۱۲-عرفہ کے میدان میں ظہر اور عصر کی نماز کس وقت اور کتنی رکعت پڑھیں گے؟

۱۳-حاجی عید والے دن کتنے کام کرتا ہے؟

۱۴-اگر کسی نے رمی کرنے سے پہلے طوافِ وداع کرلیا تو کیا اس کا طواف درست ہوگا؟

۱۵-اگر کسی خاتون نے حیض کی حالت میں عمرہ کیا ہو تو اس کے عمرہ کا کیا حکم ہوگا؟

۱۶-نبی ﷺ کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے کا کیا حکم ہے؟

۱۷-جس مسجد کے صحن میں قبر ہو اس میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

۱۸-کیا کاہن اور نجومی (جوتشی) غیب جانتے ہیں؟

۱۹-کیا کعبہ کی قسم کھانا جائز ہے؟

۲۰-نظرِ بد سے بچنے کے لئے گاڑیوں پر کالی چپل وغیرلٹکانے کا کیا حکم ہے؟

☆☆ذیل کی عبارتوں میں صحیح (✓) اور غلط (x) کا نشان لگائیں.

۱-''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' کا یہ معنی کرنا کہ اللہ کے علاوہ کوئی پیدا کرنے والانہیں ہے.غلط ہے.

۲-قیامت کے دن سب سے پہلے نماز سے متعلق سوال ہوگا.

۳-جس مال کی زکوٰۃ ادانہ کی جائے اسے کنز کہتے ہیں.

۴-چار اصناف میں زکوٰۃ واجب ہے.

۵-روزہ کی فرضیت ۵ ھ میں ہوئی.

۶-ربیع الأول کے مہینہ میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں؟

۷-بحالتِ روزہ بلا اختیار قے ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا.

۸-طوافِ قدوم کی دو سنتیں ہیں.

۹-عرفہ سے مزدلفہ کے لئے سورج غروب ہونے کے بعد روانہ ہوں گے.

۱۰-احرام کی حالت میں نکاح کرنا یا نکاح کا پیغام دینا ممنوع ہے.

۱۱-شرک سب سے بڑا گناہ ہے،اور مشرک کی کبھی معافی نہیں ہوگی؟

۱۲-قبر پرستی شرک کا ایک نمونہ ہے.

۱۳-غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے.

۱۴-جادو کفر ہے،اور جادوگر کافر ہے.

۱۵-جس نے تعویذ گنڈہ لٹکایا اس نے شرک کیا.

۱۶-فالناموں کے ذریعے قسمت آزمانا جائز ہے.

۱۷-صبح وشام کے اذکار کی پابندی کے سبب بندہ نظرِ بد سے محفوظ رہتا ہے.

۱۸-نماز کے کُل (۱۴) ارکان ہیں.

۱۹-سنتِ مؤکدہ کی تعداد (۱۲) رکعت ہے.

۲۰-صحابہٗ کرام ﷺ سے صدقہٗ فطر کی قیمت نکالنا ثابت نہیں ہے.

شروط مسابقہ

۱-ان سوالات کے جوابات زیرِ نظر کتاب سے دینے ہوں گے۔

۲-جوابات ۱۵ شوال تک مکتب الدعوۃ سلی کو جمع کروادیں۔ یا اس پتہ پر ارسال کردیں: جوابات مسابقہ برائے اردو، ص ب: ١٤١٩ ریاض: ١١٤٣١ aftabmadani_1975@yahoo.com

۳-جوابات الگ ورقے پر لکھیں.

۴- مقابلے میں شریک اپنا نام ایڈریس اور ٹیلیفون درج کریں۔

۵-ان شاء اللہ ۱ ذوالقعدۃ (موافق ۳۰ اکتوبر) بروز جمعہ بعد نمازِ عصر استراحہ ام القریٰ کے اندر انعامات تقسیم کئے جائیں گے۔

۶-مزید معلومات کے لئے اس نمبر پر آفتاب عالم یا عبدالکریم صاحبان سے رابطہ قائم کریں۔ ۲۲۱،۲۲۴/۲۴۱۴۲۸۸

انعامات مسابقہ

پہلا انعام	:	۷۰۰ ریال+قرآن مجید اردو ترجمہ
دوسرا انعام	:	۶۰۰ ریال+قرآن مجید اردو ترجمہ
تیسرا انعام	:	۵۰۰ ریال+قرآن مجید اردو ترجمہ
چوتھا انعام	:	۴۰۰ ریال+قرآن مجید اردو ترجمہ
پانچواں انعام	:	۳۰۰ ریال+قرآن مجید اردو ترجمہ
۶-۳۰ تک	:	عمرہ کا ٹکٹ+قرآن مجید اردو ترجمہ

فہرس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ، وَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَی الظّٰالِمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ، وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ. وَبَعْدُ:

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے، انہیں ارکانِ اسلام کہتے ہیں، چنانچہ بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ؛ شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ، وَلِمُسْلِمٍ: وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ) ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور روزہ رکھنا''- اور مسلم کی روایت میں ہے: ''رمضان کا روزہ رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا''۔

محترم اسلامی بھائیو! ہم آپ کی خدمت میں اسلام کے ان پانچوں ارکان کو

بقدرِ تفصیل پیش کرنا چاہتے ہیں، امید ہے کہ اللہ ہماری اس کوشش کو کامیاب فرما کرہمیں اور آپ کو سعادتِ دارین نصیب فرمائے۔

اسلام کا پہلا رکن توحید ہے:

☆ توحید کی تعریف:

لغت میں توحید: (وَحَّدَ یُوَحِّد) کا مصدر ہے، اور اس کا معنی ہے: تنہا بنانا۔

اور شریعت کی اصطلاح میں توحید: اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس کی ربوبیت، الوہیت اور اسماء وصفات میں یکتا جاننے کو کہتے ہیں۔

☆ توحید کی قسمیں:

توحید کی تین قسمیں ہیں: ۱-توحید ربوبیت ۲-توحید الوہیت ۳-توحید اسماء وصفات

اور ان تینوں کا بیان اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہے: ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا﴾ (سورۃ مریم:۶۵) ''آسمانوں کا، زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب وہی ہے تو اسی کی بندگی کر اور اس کی عبادت پر جم جا۔ کیا تیرے علم میں اس کا ہمنام ہم پلہ کوئی اور بھی ہے؟''۔ ۱۹/۶۵

پہلی قسم: توحید ربوبیت ہے، اس کا مطلب ہے: اللہ عزوجل کو تخلیق، ملکیت اور تدبیر میں یکتا جاننا۔

تخلیق میں یکتا جاننے کا مطلب یہ ہے کہ: انسان کا یہ ایمان ہو کہ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (سورة الأعراف: ٥٤) ''یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا''۔ ۷/۵۴

البتہ بعض جگہوں پر غیر اللہ کی طرف بھی تخلیق کی نسبت کی گئی ہے، جیسا کہ تصویر بنانے والوں کے متعلق نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا: (أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ) ''جو کچھ تم نے پیدا کیا ہے انہیں زندہ کرو''۔ بخاری و مسلم

تو دراصل ان کی طرف تخلیق کی نسبت حقیقی نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا مطلب عدم سے وجود بخشنا ہے، بلکہ اس کا مطلب کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا ہے۔ اور اسی طرح یہ تخلیق ہر چیز کو شامل بھی نہیں ہے، بلکہ اس کا دائرہ نہایت ہی محدود ہے، جس کی انسان طاقت رکھتا ہے۔ چنانچہ خالقِ حقیقی تنہا اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے۔

ملکیت میں یکتا جاننے کا مطلب یہ ہے کہ: ہمارا یہ ایمان ہو کہ تنہا مخلوق کا خالق ہی ان کا مالک ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ (سورة آل عمران: ١٨٩) ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے''۔٣/١٨٩

البتہ بعض جگہوں پر غیر اللہ کی طرف بھی ملکیت کی نسبت کی گئی ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهُ﴾ (سورة النور: ٦١) ''یا ان گھروں سے جن کی کنجیوں کے تم مالک ہو''۔٢٤/٦١

تو دراصل ان کی طرف ملکیت کی نسبت محدود ہے جو کہ چند چیزوں کو ہی شامل ہے، چنانچہ ہر انسان صرف انہی چیزوں کا مالک ہے جو اس کے پاس موجود ہیں، اور جو چیزیں دوسروں کے پاس ہیں ان کا مالک وہ نہیں ہے۔ اور اسی طرح اس کی ملکیت کامل نہیں ہے، بلکہ جن چیزوں کا وہ مالک بھی ہے، انہیں شریعت کی روشنی ہی میں خرچ کرسکتا ہے۔ بطورِ مثال وہ اپنی مرضی سے اپنے مال کو جلا نہیں سکتا ہے، اور نہ ہی اپنے جانوروں بلا وجہ تکلیف دینے کا حق رکھتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی ملکیت ساری چیزوں کو عام اور شامل ہے۔

تدبیر میں یکتا جاننے کا مطلب یہ ہے کہ: انسان کا یہ ایمان ہو کہ تنہا اللہ تعالیٰ ہی ساری چیزوں کی تدبیر کرنے والا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُوْنَ☆ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ (سورۃ یونس: ۳۱-۳۲) ''آپ کہیے کہ وہ کون ہے جوتم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ:''اللہ'' تو ان سے کہیے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔سو یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب حقیقی ہے۔پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا سوائے گمراہی کے، پھر کہاں پھرے جاتے ہو؟''۔۱۰/۳۱-۳۲

البتہ انسان کی تدبیر اپنی ملکیت اور شریعت کی اجازت کی حد تک محدود ہے۔

توحید کی اس قسم میں مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے مقاومت نہیں کی بلکہ وہ

اس کے اقراری تھے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ﴾ (سورة الزخرف: ۹) ''اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا کہ انہیں غالب ودانا (اللہ) نے ہی پیدا کیا ہے''۔۴۳/۹

چنانچہ وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی معاملہ کی تدبیر کرتا ہے، اور اسی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی ملکیت ہے، بنی نوع آدم میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا، چنانچہ کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ: اس کائنات کے ایک ہی جیسے دو خالق ہیں۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ کسی نے بھی توحید ربوبیت کا انکار نہیں کیا، اور نہ ہی اس میں شرک کیا، سوائے فرعون کے جس نے تکبر کی بناء پر توحید ربوبیت کا اور اللہ کے وجود کا بھی انکار کیا، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى﴾ (سورة النازعات: ۲۴) ''اس نے کہا: کہ تم سب کا رب میں ہی ہوں''۔۷۹/۲۴

فرعون کا یہ انکار تکبر کی بناء پر تھا، کیونکہ وہ اس بات سے واقف تھا

کہ ''رب'' اس کے سوا کوئی دوسرا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْماً وَّعُلُواً﴾ (سورة النمل: ١٤) ''انہوں نے انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر''۔ ۱۴/۲۷، اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو نقل کرتے ہوئے کہا ہے جب کہ وہ فرعون سے مناظرہ کر رہے تھے:
﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنْزَلَ هٰؤُلاَءِ إِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ (سورة الإسراء: ١٠٢) ''یہ تو تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آسمان وزمین کے پروردگار ہی نے یہ معجزے دکھانے، سمجھانے کو نازل فرمائے ہیں''۔
۱۷/۱۰۲۔ چنانچہ وہ اس بات کا اقرار کرتا تھا کہ اللہ عزوجل ہی رب ہے۔

اور مجوسیوں نے بھی توحید ربوبیت میں شرک کیا، بایں طور کہ انہوں نے کائنات کے دو خالق بتلائے: ظلمت (تاریکی) اور نور (روشنی)، لیکن ان دونوں کو انہوں نے برابری کا درجہ نہیں دیا، بلکہ نور کو ظلمت سے بہتر قرار دیا؛ کیونکہ نور خیر و بھلائی کو پیدا کرتا ہے، اور ظلمت برائی کو۔

اور دوسری وجہِ ترجیح یہ بھی ہے کہ ظلمت عدم ہے جو ضیا پاشی نہیں کرتا ہے، اور نور وجود ہے جو کہ ضیا پاشی کرتا ہے، چنانچہ ذاتی طور پر بھی نور

ظلمت سے کامل ہے۔

اور تیسری وجہِ ترجیح یہ بھی بتاتے ہیں کہ فلسفیوں کی اصطلاح کے مطابق نور قدیم ہے، اور ظلمت کے قدیم یا مُحدَث ہونے میں دورائے ہے۔

☆ کائنات کے ایک ہی خالق ہونے کی عقلی دلیل:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (سورة المؤمنون: ۹۱) ”نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لئے لئے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا“۔۲۳/۹۱

اگر ہم کائنات کے لئے دو خالق تسلیم کریں، تو یہ لازم آتا ہے کہ ہر خالق اپنی مخلوق کو لئے بادشاہوں کی طرح ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہو جائے، اس لئے کہ کوئی بھی شرکت پسند نہیں کرتا ہے۔

بٹوارہ کے بعد ہر ایک کی چاہت یہ ہوگی کہ سلطنت اس کی ہو، اور اس میں کسی کی شرکت نہ ہو۔ چنانچہ جب وہ سلطنت کے خواہاں ہوں گے تو یا تو دونوں اس کے حصول سے عاجز ہو جائیں گے، یا ایک

دوسرے پر غالب ہوجائے گا، اور جو غالب ہوگا اس کے لئے ربوبیت ثابت ہوجائے گی، اور اگر دونوں غلبہ سے عاجز رہ گئے تو دونوں میں سے کسی کے لئے بھی ربوبیت ثابت نہیں ہوسکتی؛ اس لئے کہ عاجز رب ہونے کے لائق نہیں ہوسکتا ہے۔

دوسری قسم توحید الوہیت ہے۔

توحید الوہیت کو توحید عبادت بھی کہا جاتا ہے، چنانچہ اس کے دو اعتبار ہیں؛ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف نسبت کے اعتبار سے اسے توحید الوہیت کہا جاتا ہے، اور مخلوق کی طرف نسبت کے اعتبار سے اسے توحید عبادت کہا جاتا ہے۔

توحید الوہیت یا توحید عبادت کا مطلب یہ ہے کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کو عبادت میں تنہا جاننا۔

چنانچہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ذٰلِکَ بِأَنَّ اللّٰہَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ﴾ (سورة لقمان: ۳۰) ”یہ سب (انتظامات) اس وجہ سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں

سب باطل ہیں"۔۳۱/۳۰

عبادت کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے:

۱۔محبت و تعظیم کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے خاکساری اور انکساری کرنا اس کے اوامر (احکامات) کو بجا کر اور نواہی (منع کردہ چیزوں) سے اجتناب کر کے۔

۲۔جس عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جارہی ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی تعریف یوں کی ہے: عبادت ظاہری اور باطنی اقوال اور اعمال میں سے ہر اس چیز کا نام ہے جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور راضی ہوتا ہے۔

توحید کی اس قسم میں اللہ تعالیٰ کو یکتا جاننے کا مطلب یہ ہے کہ: محبت و تعظیم اور خاکساری و انکساری کے ساتھ شریعت کی روشنی میں آپ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کیجئے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لاَ تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهاً اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوماً مَخْذُولاً﴾ (سورة الإسراء: ۲۲)

"اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا کہ آخر کار تو برے حالوں بے کس ہو کر بیٹھ رہے گا"۔۱۷/۲۲، اور یہ بھی فرمان ہے: ﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا

رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (سورة البقرة: ٢١)

''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا''۔ ۲/۲۱۔ چنانچہ تنہا پیدا کرنے والا ہی عبادت کا مستحق ہے۔

اور یہ بیوقوفی کی بات ہے کہ مخلوق کو جو کہ پیدا ہو کر فنا ہونے والا ہے اپنا معبود بنا کر اس کی عبادت کرو، جس نے حقیقی معنوں میں ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں پہنچایا، نہ تو اس نے پیدا کیا ہے، نہ اس نے تمہیں بنایا اور سنوارا ہے اور نہ ہی اس نے تمہاری مدد کی ہے، چنانچہ یہ بیوقوفی کی بات ہے کہ کسی انسان کی قبر کے پاس آ کر جو کہ سڑ گل گیا ہے اس سے دعائیں کرو اور اس کی عبادت کرو، حالانکہ تم اس کی دعاؤں کا محتاج نہیں ہو بلکہ وہ خود تمہاری دعاؤں کا محتاج ہے، وہ تو اپنے نفس کا بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے، تو دوسروں کو کیا نفع اور نقصان پہنچا سکتا ہے۔

اکثر مخلوق نے توحید کے اسی قسم کا انکار کیا، اور اسی کی تحقیق کی خاطر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ

لاَ إِلٰـهَ إِلَّآ أَنَـا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (سورة الأنبياء: ٢٥) ”تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو“۔۲۱/۲۵۔لیکن اس کے باوجود رسول کے پیروکار بہت کم ہوئے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:(میں نے کچھ نبیوں کو دیکھا کہ ان کے ساتھ (ان کے ماننے والوں کی)ایک جماعت تھی ،اور کچھ کے ساتھ ایک یا دو آدمی تھے،اور کچھ کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ تھے) بخاری ومسلم۔

☆ملاحظہ:

تعجب کی بات یہ ہے کہ اکثر آخری دور کے علمِ توحید کے رائٹرس توحید ربوبیت پر زور دیتے ہیں،اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا وہ کسی ایسی قوم کو خطاب کر رہے ہیں، جو کہ رب کے وجود کے منکر ہیں، ہاں بعض لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو کہ رب کے وجود کے منکر ہیں،لیکن ذرا اپنی نظر تو دوڑائیں کہ کتنے ایسے مسلمان ہیں جو عبادت میں شرک کے اندر مبتلا ہیں!!اس لئے علمِ توحید کے مصنفین کے لئے مناسب یہ ہے کہ اپنی تحریر میں توحید الوہیت پر زور دیں تا کہ بہت سارے مسلمانوں کو جو اسلام کا دعوی

کرنے کے باوجود، انجانے میں شرک کے اندر مبتلا ہیں انہیں شرک سے نکالا جاسکے۔

تیسری قسم: توحید اسماء وصفات ہے۔

اس کا مطلب ہے: اللہ ﷻ کے جو نام اور صفات ہیں ان میں انہیں تنہا جاننا۔

اور یہ دو چیزوں کو شامل ہے:

۱-اثبات، اللہ ﷻ نے اپنے لئے کتاب وسنت میں جن ناموں اور صفتوں کو ثابت کیا ہے انہیں اس کے لئے ثابت کرنا۔

۲-مماثلت اور مشابہت کی نفی، اللہ کے ناموں اور صفتوں میں کسی کو اس کے مشابہ قرار نہ دینا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (سورة الشورى: ۱۱) ''اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے''۔ ۴۲/۱۱

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری صفات میں کوئی بھی مخلوق اس کے ہم مثل نہیں ہے، اور اگر مخلوق کے اندر کوئی صفت پائی بھی جاتی ہے تو وہ حقیقت میں خالق کی صفت سے مختلف ہے، چنانچہ اللہ

تعالیٰ نے اپنے لئے جو صفات ثابت کئے ہیں اگر کوئی اس کے لئے ثابت نہیں کرتا ہے تو وہ معطِّل (منکر) ہے، اور اس کا یہ انکار فرعون کے انکار کے مشابہ ہے، اور اگر کوئی ان صفات کو مخلوق کی صفات جیسی ثابت کرتا ہے تو وہ مشرکین کے مشابہ ہے، جنہوں نے اللہ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کی، اور جس نے ان صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دیئے بغیر ثابت کیا تو وہ موحِّد ہے۔

توحید کی اس قسم میں بعض امتِ مسلمہ گمراہی میں پڑ کر مختلف فرقوں میں بٹ گئے، چنانچہ ان میں سے بعض نے مسلکِ تعطیل کو اختیار کیا، اور اللہ تعالیٰ کی ساری صفات کا انکار کر دیا، اور بعض نے مسلکِ تمثیل اختیار کیا، اور اللہ تعالیٰ کی ساری صفات کو مخلوق کی صفات جیسی قرار دیا، اور اس طرح دونوں نے اللہ تعالیٰ کو عیب دار بنا دیا، حالانکہ حق تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت میں جس طرح اپنی صفت بیان کی ہے اپنی عقل کو دخل دیئے بغیر، بلا کمی بیشی ہم اس پر ایمان لے آتے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے متعلق خود اس سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے، نہ کوئی اس سے زیادہ سچی خبر دینے والا ہے، اور نہ ہی کوئی اس سے زیادہ صحیح وضاحت کرنے والا ہے،

چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورة النحل: ٨٩) ''اور ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے''۔ ١٦/ ٨٩، اور فرمایا: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا﴾ (سورة النساء: ١٢٢) ''اور کون ہے جو اپنی بات میں اللہ سے زیادہ سچا ہو؟''۔ ٤/ ١٢٢، اور یہ بھی فرمایا: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا﴾ (سورة النساء: ٨٧) ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا؟''۔ ٤/ ٨٧۔ اور بندہ سب سے زیادہ اللہ کی ذات اور اس کے اسماء وصفات کے بیان کا محتاج ہے، تاکہ وہ بصیرت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکے؛ اس لئے کہ جس ذات کی خوبیوں کو ہم نہیں جانتے، یا جس کی کوئی خوبی ہی نہیں ہے اس کی عبادت ناممکن ہے؛ لہذا معبود کی صفات اور خوبیوں کا جاننا ضروری ہے، جس کی بدولت ہم اس کی طرف التجا کریں اور اس کی کما حقہ عبادت کر سکیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق جو خبریں دی ہیں اس سے انسان تجاوز کر کے اس کی صفتوں کی کیفیت اور مشابہت کا تصور نہ کرے؛ اس لئے کہ انسان جب اپنے جسم میں موجود جان کے تصور سے عاجز ہے، تو بدرجۂ اولیٰ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی حقیقت کے تصور سے عاجز ہوگا؛ اور اسی سبب

انسان پر یہ واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات سے متعلق ''کیوں'' اور ''کیسے'' وغیرہ کا سوال نہ کرے، اور نہ ہی اس کی کیفیت سے متعلق تصور کرے۔اسی منہج کو اختیار کر کے انسان راحت پا سکتا ہے، اور سلف صالحین رحمہم اللہ کا یہی منہج تھا ، امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (سورة طه:۵) ''جو رحمٰن ہے عرش پر قائم ہے''۔۲۰/۵ کے متعلق دریافت کیا کہ عرش پر کیسے مستوی (قائم) ہے؟ تو امام مالک نے اپنا سر ہلایا اور اسے جواب دیا: ''استواء مجہول نہیں ہے (معلوم ہے)، کیفیت غیر معقول ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، اور میرا خیال یہ ہے کہ تو بدعتی ہے''۔

لا إلٰہ إلا اللہ کا معنی

لا إلٰہ إلا اللہ کا معنی یہ ہے کہ: زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی سچا عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، ویسے باطل معبود تو بہت سارے ہیں لیکن حقیقی عبادت کے لائق صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ذٰلِکَ بِـأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ''یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے، اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بیشک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے''۔(سورۃ الحج:۶۲) لا إلٰہ إلا اللہ کا معنی یہ نہیں ہے جیسا کہ بعض جاہل لوگ سمجھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ کفّار قریش جن کے درمیان نبی کریم ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ: ''خالق اور مدبر، پیدا کرنے والا اور سارے معاملات کی تدبیر کرنے والا صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے''، لیکن وہ اس بات کا انکار کرتے تھے کہ ساری کی ساری عبادتیں صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لئے خاص کی جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی بات کو نقل کیا ہے: ﴿أَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ إِلٰهاً وَّاحِدًا إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ ''کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے''۔(سورۃ ص:۵) چنانچہ انہوں نے اس کلمۂ لا إلٰہ إلا اللہ کے ذریعہ یہ سمجھا کہ یہ کلمہ اللہ کے علاوہ سارے لوگوں کی عبادت کو باطل کر کے عبادت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص کر دے رہا ہے اور وہ لوگ

صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا نہیں چاہ رہے تھے، اسی لئے نبی ﷺ نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ انہوں کلمہ لا إله إلا الله کی گواہی دی، اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے جس کا کوئی شریک نہیں اس کلمہ کے حق کو ادا کیا۔

کلمہ لا إله إلا الله کے معنی سے متعلق موجودہ دور کے قبروں کے پجاریوں اور ان جیسے مشرکانہ عقیدہ رکھنے والوں کی جو غلط فہمی ہے کہ: ''لا إله إلا الله کا مطلب ہے: اللہ کے موجود، خالق اور ساری چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہونے کا اقرار کرنا، اور یہ کہ جس نے یہ عقیدہ رکھا اس نے توحیدِ مطلق کے حق کو ادا کر دیا، اب وہ چاہے جو بھی شرکیہ کام کرے، اللہ کے علاوہ غیروں کی عبادت کرے، مردوں سے دعائیں کرے، ان کے لئے نذر و نیاز کر کے ان کی قربت حاصل کرے، ان کی قبروں کا طواف کرے اور ان کی قبروں کی مٹیوں سے برکت حاصل کرے''۔ ان کی یہ غلط فہمی اور ان کا یہ عقیدہ شروع میں لا إله إلا الله کا جو معنی بیان کیا گیا ہے اس سے باطل ہو جاتا ہے۔

کفّار قریش نے لا إله إلا الله کا یہ معنی خوب اچھی طرح سمجھا

تھا کہ یہ کلمہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور غیر اللہ کی عبادت کو مکمل طور پر چھوڑنے کا مطالبہ کرتا ہے، اور یہ کہ اگر یہ لوگ اس کلمہ کا اقرار کر کے بھی بت پرستی ہی کرتے رہیں، تو ان کا یہ عمل ان کے عقیدہ کے مخالف ہوگا، اور وہ لوگ اس طرح کی مخالفت پسند نہیں کرتے تھے، لیکن موجودہ زمانے کے قبروں کے پجاری اس بدترین مخالفت سے شرم وحیاء نہیں کرتے، چنانچہ وہ لا إلہ إلا اللہ کا اقرار بھی کرتے ہیں، اور فوت شدہ اولیاء اور صالحین سے دعائیں کر کے، ان کی قبروں پر چڑھاوا وغیرہ چڑھا کر کلمۂ لا إلہ إلا اللہ کا ردّ بھی کرتے ہیں۔ بربادی ہو ایسے لوگوں کے لئے جن سے ابوجہل اور ابولہب کلمۂ لا إلہ إلا اللہ کے معنی کو زیادہ جاننے والے تھے۔

لا إلہ إلا اللہ کے معنی میں بہت ساری حدیثیں آئی ہیں جن سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ لا إلہ إلا اللہ کا معنی یہ ہے کہ: اللہ کے ساتھ لوگوں نے جتنے بھی شریک اور شفیع بنا لئے ہیں ان سب کی عبادت سے براءت کی جائے اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ اور یہی وہ ہدایت اور دین حق ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا، اور جسے اس نے کتابوں میں نازل فرمایا۔ چنانچہ لا إلہ إلا اللہ کے معنی کو سمجھے بغیر، اور اس کے تقاضے کے

مطابق عمل کئے بغیر زبان سے اس کا دعویٰ کرنا، یا توحید پرست ہونے کا دعوی کرنا حالانکہ انسان توحید کے مطلب کو جانتا بھی نہ ہو بلکہ حقیقتِ حال یہ ہو کہ اپنی ساری عبادتیں غیر اللہ کے لئے کرتا ہو، اسی سے دعاء کرتا ہو، اسی سے ڈرتا ہو، اسی کے لئے ذبح کرتا ہو، اسی کے لئے نذر و نیاز کرتا ہو، اسی سے فریاد کرتا ہو، اسی پر بھروسہ کرتا ہو اور ان کے علاوہ اور بھی دوسری عبادتیں غیر اللہ کے لئے ہی کرتا ہو، تو یہ ساری چیزیں توحید کے منافی ہیں، بلکہ اگر کسی شخص کے اندر یہ چیزیں پائی جاتی ہوں تو وہ مشرک ہے۔ (اس لئے اس شخص کو چاہئے کہ فوراً شرک سے باز آجائے تا کہ دنیا اور آخرت میں اسے کامیابی حاصل ہو سکے)۔

لا إله إلا الله کی فضیلت

لا إله إلا الله کی بہت ساری فضیلتیں ہیں، اور بہت سے اس کے فوائد ہیں، لیکن محض زبان سے "لا إله إلا الله" کہنے سے یہ ساری فضیلتیں نہیں حاصل ہو جائیں گی بلکہ یہ فضیلتیں صرف انہیں حاصل ہوں گی جنہوں نے لا إله إلا الله پر ایمان لاتے ہوئے زبان سے اس کلمہ کا اقرار کیا اور اس

کے تقاضے کے مطابق عمل کیا۔ "لا إلہ إلا اللہ" کی عظیم ترین فضیلتوں میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ جس نے اس کلمہ کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر پڑھا اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کردے گا، عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ) "اللہ تعالیٰ نے جہنم پر اس شخص کو حرام کردیا جس نے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر لا إلہ إلا اللہ پڑھا" بخاری ومسلم۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت ساری حدیثیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ جس شخص نے لا إلہ إلا اللہ کی گواہی دی اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کردے گا۔ لیکن یہ ساری حدیثیں بہت سی پابندیوں کے ساتھ گھری ہوئی ہیں، چنانچہ بہت سے کلمہ گو لوگ بھی جو بلا جھجھک گناہوں پر گناہ کرتے رہتے ہیں، اُن کے اِن گناہوں کے سبب اس بات کا خوف ہے کہ موت کے وقت وہ فتنہ میں مبتلا ہوجائیں اور ان کی زبان سے کلمۂ شہادت نہ نکل سکے، بلکہ بہت سارے لوگوں نے تو لوگوں کے دیکھا دیکھی ہی اس کلمہ کو پڑھا ہے اور ان کے دلوں میں یہ کلمہ گھر نہیں کرسکا ہے، اور غالباً ایسے ہی لوگ موت کے وقت اور قبر میں سوال کے وقت فتنہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں، جیسا

کہ حدیث میں آیا ہے کہ وہ لوگ کہیں گے: (سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئاً فَقُلْتُهُ) ''میں نے لوگوں جو کہتے ہوئے سنا اسے میں نے بھی کہہ دیا''

احمد اور ابوداؤد۔

اب جب کہ آپ کو یہ تفصیل معلوم ہوگئی تو آپ کو اس کا بھی علم ہونا چاہئے کہ کلمۂ شہادت کی فضیلت میں جو حدیثیں آئی ہیں آپس میں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے، چنانچہ جو شخص اخلاص اور کامل یقین کے ساتھ اس کلمہ کی گواہی دے گا وہ دراصل گناہوں پر اصرار ہی نہیں کرے گا، اس لئے کہ اس کا کامل اخلاص اور یقین اللہ تعالیٰ کو اس کے نزدیک ساری چیزوں سے محبوب بنادے گا چنانچہ اس کے دل میں حرام چیزوں کی نہ چاہت ہوگی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے احکام وفرامین کو وہ ناپسند کرے گا، اور یہی شخص اگر چہ اس نے گناہ بھی کئے ہوں گے جہنم پر حرام ہوگا، کیونکہ اس کا ایمان، اس کی توبہ، اس کا اخلاص، اس کی محبت اور یقین سارے گناہوں کو مٹادیں گے جس طرح کہ رات دن کو ختم کردیتی ہے۔

''لا إله إلا الله'' کے ارکان

کلمۂ ''لا إله إلا الله'' کے دو رکن ہیں:

(۱)نفی ''لا اِلٰہ'' کے اندر۔

(۲)اثبات ''اِلا اللہ'' کے اندر۔

چنانچہ ''لا اِلٰہ'' نے اللہ تعالیٰ کے سوا ساری چیزوں کی عبادت کی نفی کردی اور ''اِلا اللہ'' نے عبادت کو صرف ایک اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کردیا جس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' کی شرطیں

علماء کرام نے کلمۂ اخلاص کی سات شرطیں ذکر کی ہیں جن کا ہر کلمہ گو شخص کے اندر پایا جانا ضروری ہے، اور اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہیں پائی گئی تو پھر یہ کلمہ اس کے لئے مفید ثابت نہیں ہوگا، یہ شرطیں درجِ ذیل ہیں:

۱-علم: اس کلمہ کے معنی اور اسی طرح یہ کلمہ جن اعمال کا تقاضا کرتا ہے ان کا علم، چنانچہ بندہ کو اگر یہ علم ہوجائے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت ضروری ہے اور اس کے علاوہ ساری چیزوں کی عبادت باطل ہے، اور اس علم کے مطابق وہ عمل بھی کرے تو اسے اس کلمہ کے معنی کو جاننے والا شمار کیا جائے گا۔

۲- یقین: مکمل اطمینان قلب کے ساتھ بلا شک وشبہہ اس کلمہ کی گواہی دے۔

۳-قبول: بغیر کسی کراہت اور ناپسندیدگی کے یہ کلمہ جتنی بھی چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے زبان اور دل سے اسے قبول کرے اور اس کے مطابق عمل کرے۔

۴- انقیاد: بغیر کسی کمی اور زیادتی کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حکم برداری کرے۔

۵-صدق: شریعت کے کسی بھی حکم کو جھٹلائے بغیر اپنے ایمان اور عقیدہ کے اندر اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا ہو۔

۶- اخلاص: ہر طرح کے شرکیہ اعمال سے دور ہو کر درست نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر عمل کرے۔

۷-محبت: اس عظیم کلمہ اور اس کے معانی اور مطالبات کی محبت دل میں پیوستہ ہونا۔ چنانچہ بندہ ساری چیزوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے۔

محمد رسول اللہ کا معنی

اس کا معنی یہ ہے کہ: آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے، جن چیزوں کی آپ نے خبر دی ہے ان میں آپ کی تصدیق کی جائے، جن چیزوں سے آپ نے روکا ہے ان سے دور رہا جائے اور آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ بندۂ مسلم کے لئے کلمہ کے ان سارے ارکان کو اپنی زندگی میں نافذ کرنا ضروری ہے، چنانچہ جس نے صرف زبان سے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی لیکن آپ کی اطاعت نہیں کی، گناہوں کا ارتکاب کیا، غیروں کی فرمانبرداری کی اور آپ کی شریعت کے خلاف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو اس کی یہ گواہی کامل نہیں ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ) ''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی'' بخاری۔ اور آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: (مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ) ''جس نے میری اس شریعت کے اندر کسی نئی چیز کو داخل کیا جو میری شریعت میں سے نہیں ہے تو وہ چیز مردود ہے'' بخاری

اور مسلم۔اور اس کلمۂ شہادت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ربوبیت، کائنات میں تصرف کرنے اور عبادت کے حقدار ہونے کا عقیدہ نہ رکھا جائے، بلکہ آپ ﷺ اللہ کے بندے ہیں چنانچہ آپ کی عبادت نہیں کی جاسکتی، رسول ہیں آپ کو جھٹلایا نہیں جاسکتا، اور آپ ﷺ اپنے یا دوسروں کے لئے اللہ کی چاہت کے بغیر ذرہ برابر بھی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں۔

اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے:

نماز کی خاطر مسجد جانے کے آداب

۱- صحیح بخاری اور مسلم میں وارد شدہ روایت کی روشنی میں نمازی اطمینان، وقار، سنجیدگی اور بردباری کے ساتھ اپنی نظر کو نیچی اور آواز کو پست کئے ہوئے مسجد جائے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: (ترجمہ): ,,نماز کے لئے آتے وقت، -ایک دوسرے لفظ میں ہے- اقامت سن کر نماز کے لئے آتے وقت اطمینان اور وقار کے ساتھ آؤ، اور امام کے ساتھ جتنی نماز مل جائے اسے پڑھ لو اور بقیہ نماز پوری کرلو،،۔

۲- باجماعت تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز ادا کرنے کی خاطر جلدی مسجد جائے، اور تاکہ زیادہ نیکیاں حاصل ہوسکیں اس لئے چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ جائے۔ بخاری اور مسلم میں نبی ﷺ کا فرمان ہے: ,,جب کوئی شخص اچھی طرح وضو کرکے مسجد جاتا ہے تو ہر قدم کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند کردیا جاتا ہے اور ایک گناہ مٹادیا جاتا ہے،،۔

۳- مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے اپنا داہنا قدم رکھے اور یہ دعا پڑھے: (اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ) مسلم۔ ,,اے اللہ تعالی تو

میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے،،۔اور مسجد سے نکلتے وقت پہلے اپنا بایاں قدم باہر نکالے اور یہ دعا پڑھے:(اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ) مسلم ,,اے اللہ تعالی میں تجھ سے تیرے فضل کا طلبگار ہوں،،۔ مسجد چونکہ رحمت کی جگہ ہے اس لئے داخل ہوتے وقت رحمت کی دعاء کی جاتی ہے، اور خارجِ مسجد رزق کی جگہ ہے اس لئے باہر نکلتے وقت فضل کی دعاء کی جاتی ہے۔

۴-مسجد میں داخل ہوکر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے، جسے تحیۃ المسجد کہتے ہیں، بخاری اور مسلم میں نبی ﷺ کی حدیث ہے:''جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہوتو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے نہ بیٹھے،،۔

۵-نماز قائم ہونے تک ذکرواذکار، تلاوتِ قرآن اور دعاء میں اپنے آپ کو مشغول رکھے۔

٦۔نماز کا انتظار کرتے وقت لغو چیزوں سے اجتناب کرے، جیسے انگلی چٹخانا اور دنیاوی باتیں کرنا وغیرہ، مسند احمد کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ,,تم میں سے کوئی شخص اگر مسجد میں ہوتو ہرگز تشبیک نہ کرے (یعنی انگلیاں آپس میں ایک دوسرے میں نہ ڈالے) اس لئے کہ یہ شیطانی کاموں میں سے

ہے،،۔اور بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:,,بندہ جب تک نماز کا انتظار کرے حالتِ نماز میں ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لئے دعاءِ مغفرت کرتے رہتے ہیں،،۔

۷۔پہلی صف میں نماز پڑھنے کے لئے حریص رہنا،اس لئے کہ پہلی صف کی فضیلت میں صحیح بخاری ومسلم میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:(ترجمہ):,,اگر لوگ اذان اور پہلی صف میں جو ثواب ہے اسے جانتے ہوتے،پھر بغیر قرعہ ڈالے انہیں نہ پاسکتے تو بے شک ان پر قرعہ ڈالتے،،۔اور صحیح مسلم میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:,,مردوں کی سب سے بہتر صف پہلی صف ہے،،۔

۸۔مردوں کا امام سے قریب نماز پڑھنے پر حریص رہنا،مسلم شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:(ترجمہ):,,صاحبِ عقل وخرد میرے قریب صف بندی کریں،،۔

۹۔امام اور ماموم سبھوں کا صفوں کی درستگی کا اہتمام کرنا،صحیح بخاری اور مسلم میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:,,اپنی صفیں درست کرلو اس لئے کی صفوں کی درستگی نماز کے مکمل ہونے میں داخل ہے،،۔

پیارے مسلم بھائیو!اس عظیم ترین عبادت کو اچھی طرح ادا کرنے

کی خاطر ان آداب کی معرفت اور ان کے مطابق عمل کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔

نماز کی شرطیں:

شرط کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی ہے، نماز کی کل نو (۹) شرطیں ہیں.

ا۔اسلام، اس کی ضد کفر ہے اور کافر کا عمل مردود ہے.

۲۔عقل، اس کی ضد جنون (پاگلپن) ہے، اور جب تک پاگل ٹھیک نہ ہوجائے اس کی غلطیاں نہیں لکھی جاتی ہیں.

۳۔تمیز، اس کی ضد کم سنی ہے جس کی حد سات سال ہے، سات سال کے بعد بچے کو نماز کا حکم دیا جائیگا.

۴۔رفع الحدث (ناپاکی دور کرنا)، حدث اصغر (جیسے پائخانہ اور پیشاب) سے وضو کرکے اور حدث اکبر (جیسے جنابت ''منی کا نکلنا'' اور حیض وغیرہ) سے غسل کرکے پاکی حاصل کرنا.

۵۔نماز کا وقت ہونا.

۶۔شرمگاہ کو چھپانا.

۷۔قبلہ کی طرف منہ کرنا.

۸۔دل سے نیت کرنا.

۹۔بدن، کپڑے اور زمین سے ناپاکی دور کرنا.

نماز کے ارکان:

جانے یا انجانے میں بھی رکن چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، نماز کے کل چودہ (۱۴) ارکان ہیں.

۱۔اگر طاقت ہو تو فرض نمازوں میں قیام کرنا.

۲۔تکبیر تحریمہ (پہلی تکبیر جس سے نمازی اپنی نماز شروع کرتا ہے).

۳۔ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا.

۴۔رکوع کرنا.

۵۔رکوع سے اٹھنا.

۶۔سات اعضاء پر سجدہ کرنا.

۷۔سجدہ سے اٹھنا.

۸۔دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا.

۹۔آخری تشہد (التحیات للہ...) پڑھنا.

۱۰۔آخری تشہد کے لئے بیٹھنا.

۱۱۔آخری تشہد میں درود (اللھم صلِّ علی محمد...) پڑھنا.

۱۲۔دونوں طرف سلام پھیرنا.

۱۳۔ہرایک رکن کوسکون واطمینان کے ساتھ ادا کرنا.

۱۴۔ہرایک عمل بالترتیب ادا کرنا.

نماز کے واجبات:

جان بوجھ کر واجب چھوڑنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے اور اگر بھول سے چھوٹ جائے تو اس کی کمی سجدۂ سہو کے ذریعہ پوری ہوجاتی ہے.نماز کے کل آٹھ (۸) واجبات ہیں.

۱۔تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی ساری تکبیریں.

۲۔رکوع میں ''سبحان ربي العظيم'' کہنا.

۳۔مُقتدِی کے علاوہ امام اور تنہا نمازی کا رکوع سے اٹھتے وقت ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہنا.

۴۔قومہ میں ''ربناولک الحمد'' کہنا.

۵۔سجدہ میں ''سبحان ربي الأعلى'' کہنا.

۶۔دونوں سجدوں کے درمیان ''رب اغفرلي'' کہنا.

۷- پہلا تشہد (التحیات للہ...) پڑھنا.

۸۔ پہلے تشہد کے لئے بیٹھنا.

نماز کا مسنون طریقہ

یہ رسالہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے ہر اس شخص کے لئے پیش کیا جارہا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھنا پسند کرتا ہے، چنانچہ فرمان نبوی ﷺ ہے: (صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ) ''جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اسی طرح نماز پڑھو'' [بخاری]۔

۱- کامل وضو کرے جس طرح وضو کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر دیا ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ ''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو'' [سورۃ المائدۃ:٦]۔ اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: (لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهُوْرٍ) ''وضو کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی ہے''۔

۲- جہاں کہیں بھی ہو قبلہ یعنی کعبہ کی طرف پورے جسم کو کرے، اور جو نماز بھی

پڑھنا چاہ رہا ہے وہ چاہے فرض ہو یا نفل دل سے اس کی نیت کرے، زبان سے نیت نہ کرے، اس لئے کہ زبان سے نیت کرنا شریعت سے ثابت نہیں ہے، کیونکہ نہ تو نبی ﷺ نے زبان سے نیت کی ہے اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے۔اور سنت یہ ہے کہ امام ہو یا تنہا نمازی سامنے سترہ رکھ کر نماز پڑھے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے سترہ رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

۳- اپنی نگاہ سجدہ کی جگہ پر رکھے اور (اللہ اکبر) کہتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہے۔

۴-تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک یا کان کے برابر تک اٹھائے۔

۵-اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پر باندھے، اس طرح سے کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر ہو، اس لئے کہ ہاتھ رکھنے کی یہ صفت نبی ﷺ سے وائل بن حجر اور قبیصہ بن ہلب طائی کی حدیث میں وارد ہے جسے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے۔

۶-سنت یہ ہے کہ دعاء استفتاح پڑھے جو اس طرح وارد ہے: (اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ،

اَللّٰھُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰھُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ)''اے اللہ! تو میرے اور میرے گناہوں کے بیچ دوری پیدا کر دے، جیسے تو نے مغرب اور مشرق کے درمیان دوری پیدا کی ہے، اے اللہ! تو مجھے میرے گناہوں سے صاف ستھرا کر دے، جیسے سفید کپڑا گندگی سے صاف ستھرا کیا جاتا ہے، اے اللہ! تو پانی، برف اور اولا کے ذریعہ مجھے میرے گناہوں سے دھل دے''۔

اور اگر چاہے تو اس دعاء کے بدلہ یہ دعاء پڑھے:(سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلاَ إِلٰهَ غَیْرُکَ)''اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ ہر طرح کے عیب سے پاک ہے، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان بلند و برتر ہے، اور تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں''۔ پھر کہے:(أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)''دھتکارے ہوئے شیطان سے میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں، (شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''۔ اور سورہ فاتحہ پڑھے،(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ☆الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ☆ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ☆ إِيَّاکَ نَعْبُدُ وَإِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ☆

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ☆ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ☆)''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، بدلے کے دن (یعنی قیامت) کا مالک ہے، ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا، ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا، اور نہ گمراہوں کی''۔اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:(لَا صلاَةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ) ''جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی''[بخاری ومسلم]۔پھر اس کے بعد (آمین) کہے، جہری نماز میں اونچی آواز میں کہے، اور اس کے علاوہ قرآن کی جن آیتوں یا سورتوں کا پڑھنا اس کے لئے آسان ہوا نہیں پڑھے۔

۷- اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں مونڈھے یا دونوں کانوں تک اٹھاتے ہوئے (یعنی رفع یدین کرتے ہوئے) اور(اللہ اکبر) کہتے ہوئے رکوع کرے، اپنے سر کو پیٹھ کے برابر رکھے، انگلیاں پھیلائے ہوئے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے، اطمینان کے ساتھ رکوع کرے، اور اس

دعاء کو پڑھے: (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ) ''میرا عظمت والا رب ہر طرح کے عیب سے پاک ہے''، اور بہتر یہ ہے کہ تین بار یا اس سے زیادہ پڑھے، اور ساتھ ہی یہ دعاء پڑھنا بھی مستحب ہے: (سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ) ''اے اللہ! ہمارے رب! تو ہر طرح کے عیب سے پاک ہے، اپنی حمد وثنا کے ساتھ اے اللہ! تو مجھے بخش دے''۔

۸- اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں مونڈھوں یا دونوں کانوں تک اٹھاتے ہوئے (یعنی رفع یدین کرتے ہوئے) امام یا تنہا نمازی ہو تو (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ) کہتے ہوئے رکوع سے سر اٹھائے، اور کھڑے ہو کر قیام میں یہ دعاء پڑھے: (رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَکًا فِيْهِ، مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَابَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ) ''اے ہمارے رب! اور تمہارے لئے ہی ہر طرح کی تعریف ہے، بہت زیادہ پاک تعریف جس میں برکت دی گئی ہو، آسمانوں کے برابر، زمین کے برابر، اور آسمان وزمین کے درمیان جو کچھ ہیں اس کے برابر، اور اس کے علاوہ بھی جتنا تو چاہے اس کے برابر''۔ اور اگر اسے پڑھنے کے بعد مزید یہ دعاء بھی پڑھے: (أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ

الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَکَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ) ''اے حمد وثنا اور بزرگی کے لائق، سب سے سچی بات جو بندہ نے کہی وہ یہ ہے، اور ہم سب تیرے بندے ہیں، اے اللہ! جو تو دینا چاہے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے، اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے، اور کسی شان والے کو اس کی شان تیرے یہاں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی ہے''۔ تو بہتر ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ سے بعض صحیح حدیثوں میں یہ دعاء پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اور اگر مقتدی ہو تو اخیر تک (رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ) پڑھے گا، رکوع سے پہلے کی طرح رکوع کے بعد بھی قیام میں امام اور مقتدی دونوں کے لئے سینے پر ہاتھ باندھنا مستحب ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے ایسا کرنا وائل بن حجر اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے۔

۹- (اللہ اکبر) کہتے ہوئے سجدہ کرے، اگر آسانی ہو تو اپنے دونوں گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھے، اور اگر ایسا کرنا دشوار ہو تو اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے زمین پر رکھے، پیر اور ہاتھ کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرے، ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی ہوں، اور سجدہ جسم کے سات عضو

پر کرے یعنی: پیشانی ناک کے ساتھ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، اور دونوں پیر کی انگلیوں کا باطنی حصہ۔اور سجدہ میں یہ دعاء پڑھے: (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى) ''میرا بلند برتر رب ہر طرح کے عیب سے پاک ہے''۔بہتر یہ ہے کہ اس دعاء کو تین بار یا اس سے زیادہ پڑھے، اور ساتھ ہی یہ دعاء پڑھنا بھی مستحب ہے: (سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ) ''اے اللہ! ہمارے رب! تو ہر طرح کے عیب سے پاک ہے، اپنی حمد وثنا کے ساتھ اے اللہ! تو مجھے بخش دے''۔اور اس کے علاوہ زیادہ سے زیادہ دعائیں کرے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: (أَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ، وَأَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ أَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ) ''رکوع میں اپنے رب کی تعظیم کرو، اور سجدہ میں زیادہ سے زیادہ دعاء کرو، یہ زیادہ لائق ہے کہ تمہاری دعاء قبول کر لی جائے'' [مسلم]۔اور آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: (أَقْرَبُ مَا يَكُوْنَ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ) ''بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، اس لئے سجدہ میں زیادہ سے زیادہ دعائیں کرو'' [مسلم]۔اور خواہ فرض نماز ہو یا نفل نماز اپنے رب سے اپنے

لئے اور مسلمانوں کے لئے دنیا اور آخرت میں بھلائی کی دعاء کرے۔ سجدہ میں اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو سے، پیٹ کو اپنے ران سے، اور ران کو اپنی پنڈلی سے دور رکھے، اور اپنے دونوں بازوؤں کو زمین سے اٹھائے رکھے، اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: (اِعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ) ''سجدہ میں اعتدال کرو (یعنی سکڑنے اور پھیلنے کے بیچ رہو)، اور کتے کے پھیلانے کی طرح اپنے بازوؤں کو نہ پھیلاؤ''۔

۱۰- اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے سر کو اٹھائے، اور اپنے بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھے، اور دائیں پیر کو کھڑا رکھے، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں رانوں اور گھٹنوں پر رکھے، اور یہ دعاء پڑھے: (رَبِّ اغْفِرْلِيْ، رَبِّ اغْفِرْلِيْ، رَبِّ اغْفِرْلِيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ، وَارْحَمْنِيْ، وَارْزُقْنِيْ، وَعَافِنِيْ، وَاهْدِنِيْ، وَاجْبُرْنِيْ) ''اے میرے رب! مجھے بخش دے، اے میرے رب! مجھے بخش دے، اے میرے رب! مجھے بخش دے، اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے روزی عطا کر، مجھے معاف فرما، مجھے ہدایت دے اور میری کمی پوری کر دے''۔ اور اس بیٹھک میں اطمینان کے

ساتھ بیٹھے یہاں تک کہ ساری ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر لوٹ آئیں، جس طرح کہ رکوع کے اندر اعتدال کیا تھا کہ ساری ہڈیاں اپنی اپنی جگہ آ گئی تھیں، اس لئے کہ نبی ﷺ رکوع اور دونوں سجدوں کے بیچ اعتدال کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ساری ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر ہوآ جایا کرتی تھیں۔

۱۱- (اللہ اکبر) کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کرے، اور پہلے سجدہ کے اندر جو اعمال کئے تھے وہی اعمال کرے۔

۱۲- (اللہ اکبر) کہتے ہوئے اپنا سر اٹھائے، اور دونوں سجدوں کے بیچ بیٹھنے کی طرح کچھ لمحہ کے لئے بیٹھے، اس بیٹھک (جلسہ) کو جلسۂ استراحت بولتے ہیں، اور علماء کے صحیح اقوال کی روشنی میں یہ بیٹھک مستحب ہے، اور اگر نہ بیٹھے تو کوئی حرج نہیں ہے، اس بیٹھک میں کوئی ذکر اور دعاء وغیرہ نہیں ہے، پھر اگر آسانی ہو تو گھٹنے کا سہارا لیتے ہوئے دوسری رکعت کے لئے اٹھے، اور اگر ایسا کرنا دشوار ہو تو زمین کا سہارا لیتے ہوئے اٹھے، پھر سورہ فاتحہ پڑھے، اور سورہ فاتحہ کے بعد قرآن سے جو کچھ پڑھنا آسان ہو اسے پڑھے، دوسری رکعت میں بھی پہلی رکعت ہی کی طرح سارے اعمال کرے۔

مقتدی کے لئے امام سے پہلے کسی بھی عمل کو کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا ہے، اسی طرح امام کے ساتھ بھی کسی عمل کو کرنا مکروہ ہے، اور سنت یہ ہے کہ اس کے سارے کام امام کے چپ ہوتے ہی بغیر تاخیر کے امام کے فوراً بعد ہوں، اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: (إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، فَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا) ''امام اقتدا کئے جانے کے لئے بنایا گیا ہے، لہذا -نماز میں- اس کی مخالفت نہ کرو، چنانچہ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جب رکوع کرے تو رکوع کرو، جب ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ''-جس نے اللہ کی تعریف کی اللہ نے اس کی تعریف سن لی- کہے تو ''رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ''-اے ہمارے رب! اور تیرے لئے ہی ساری تعریفیں ہیں- کہو، جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو'' [بخاری ومسلم]-

۱۴-اگر دو رکعت والی نماز ہو جیسے: نمازِ فجر، نمازِ جمعہ اور نمازِ عید، تو دوسرے سجدہ سے اٹھنے کے بعد اپنے دائیں پیر کو کھڑا کرے، اور بائیں کو بچھا کر اس

پر بیٹھے، دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے، شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتا رہے، اور باقی ساری انگلیوں کو باندھے رہے، اور اگر کنارے اور اس کے ساتھ والی انگلیوں کو باندھے رہے، انگوٹھے اور بیچ والی انگلیوں کے بیچ گرہ بنالے اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کرتا رہے تو یہ طریقہ بھی بہتر ہے، اس لئے کہ یہ دونوں طریقے نبی ﷺ سے ثابت ہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ کبھی پہلے اور کبھی دوسرے طریقہ پر عمل کرے، اور اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں ران اور گھٹنے پر رکھے، پھر اس بیٹھک میں تشہد پڑھے: (اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلىٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ) ”زبانی، جسمانی اور مالی ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی خاطر ہیں، اے نبی آپ پر سلامتی ہو، اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو، میں گواہی دے رہا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں“۔ پھر درود ابراہیمی پڑھے:

(اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلىٰ

إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلىٰ إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)''اے اللہ! جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اوران کی آل والا د پر رحمتیں نازل کیں، اسی طرح محمد ﷺ اور ان کی آل اولا د پر رحمتیں نازل فرما، بے شک تو حمد وثنا کے لائق اور بڑی شان والا ہے۔اور جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل والا د پر برکتیں نازل کیں، اسی طرح محمد ﷺ اوران کی آل اولا د پر برکتیں نازل فرما، بے شک تو حمد وثنا کے لائق اور بڑی شان والا ہے''۔اور چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے اور یہ دعاء کرے:(اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ)''اے اللہ! میں جہنم کے عذاب، قبر کے عذاب، زندگی اور موت کے فتنہ اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں''۔پھر فرض نماز ہو یا نفل نماز دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے جو دعاء کرنا چاہے کرے، اور اگر اپنے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی دعاء کرے تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں ہے، پھر دائیں طرف اس کے بعد

بائیں طرف یہ کہتے ہوئے سلام پھیرے: (اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ)

۱۴- اگر تین رکعت والی نماز ہے جیسے مغرب کی نماز، یا چار رکعت والی نماز ہے جیسے: ظہر، عصر اور عشاء کی نماز تو (پہلے تشہد) یعنی دو رکعت کے بعد والی بیٹھک میں تحیات اور درود پڑھنے کے بعد گھٹنوں پر سہارا لیتے ہوئے، رفع یدین کرتے ہوئے اور (اللہ اکبر) کہتے ہوئے کھڑا ہو جائے، اور جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے، اپنے ہاتھوں کو سینہ پر باندھے، اور صرف سورہ فاتحہ پڑھے، اور نبی ﷺ سے ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ثابت ہونے کے سبب کبھی کبھار ظہر کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے علاوہ بھی قرآنی آیات پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے، پھر مغرب میں تیسری رکعت کے بعد میں، اور ظہر، عصر اور عشاء میں چوتھی رکعت کے بعد میں تحیات اور درود پڑھے، اور جہنم کے عذاب، قبر کے عذاب، زندگی اور موت کے فتنہ اور مسیح دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگے، اور زیادہ سے زیادہ دعائیں کرے جیسا کہ اس کا تذکرہ دو رکعت والی نمازوں میں ہو چکا ہے، اور یہ دعاء بھی کرے: (اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ

عِبَادَتِکَ)''اے اللہ! تو اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت کرنے پر میری مدد فرما''۔ اس آخری بیٹھک میں تورّک کرے تورُّک کی صفت یہ ہے کہ: اپنے بائیں پیر کو داہنے پیر کے نیچے سے باہر نکال کر زمین پر بیٹھے اور اپنے داہنے پیر کو کھڑا رکھے، آخری رکعت میں بیٹھنے کی یہ صفت ابو حمید ساعدی کی روایت میں وارد ہے۔ پھر اپنے دائیں اور بائیں طرف (اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ.. اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ) کہتے ہوئے سلام پھیرے، تین بار (أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ)''میں اللہ کی بخشش چاہتا ہوں'' کہے، اور یہ دعاء پڑھے: (اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ، وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ)''اے اللہ! تو سلام ہے، اور تجھ ہی سے سلام ہے، اے صاحبِ تعظیم واکرام! تو بابرکت ہے، اللہ کے

علاوہ کوئی بھی معبودِ برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت ہے، اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! جسے تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے، اور جسے تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے، اور کسی شان والے کی شان تیرے نزدیک کچھ فائدہ نہیں پہنچائے گی، اللہ کی مدد کے بغیر نہ کچھ کرنے کی طاقت ہے اور نا ہی کسی چیز سے بچنے کی قوت، اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبودِ برحق نہیں، ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کی ساری نعمتیں ہیں، اور اسی کے فضل واحسان ہیں، اور اسی کے لئے بہترین حمد وثنا ہے، اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، ہم اسی کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہیں اگر چہ کافر لوگ اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں''۔ اور ۳۳ بار (سُبْحَانَ اللّٰهِ)، ۳۳ بار (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ)، ۳۳ بار (اَللّٰهُ أَكْبَر) اور ایک بار (لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) کہہ کر سو کا عدد مکمل کرے، پھر آیت الکرسی پڑھے: ﴿اَللّٰهُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لاَ تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلاَ نَوْمٌ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

أَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلاَ يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلاَ يَئُوْدُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ (سورة البقرة: ٢٥٥)۔ ''اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے'' (٢/٢٥٥) اور ہر نماز کے بعد سورة الإخلاص: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ☆ اَللّٰهُ الصَّمَدُ☆ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ☆ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُواً أَحَدٌ﴾ ''آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، نہ اس سے کوئے پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے''، سورة الفلق: ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ☆ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ☆ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ☆ وَمِنْ

شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ☆ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ ''آپ کہہ دیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے۔اور گرہ (لگا کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے (بھی) اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے''،اور سورۃ الناس:﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ☆ مَلِكِ النَّاسِ☆ إِلٰهِ النَّاسِ☆ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ☆ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُوْرِ النَّاسِ☆ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ ''آپ کہہ دیجئے! کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔لوگوں کے مالک کی (اور) لوگوں کے معبود کی (پناہ میں) وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے۔ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔(خواہ) وہ جن میں سے ہو یا انسان میں سے''،اور نبی ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہونے کے سبب ان تینوں سورتوں کو فجر اور مغرب کی نماز کے بعد تین تین بار پڑھنا مستحب ہے،اور اسی طرح نبی ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہونے کے سبب فجر اور مغرب کی نماز کے بعد ذکر شدہ اذکار کو پڑھنے کے بعد دس بار (لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ

وَحْدَهُ لاَ شَرِيْکَ لَهُ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلىٰ کُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) پڑھنا بھی مستحب ہے۔اور صحیح مسلم میں موجود عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی روشنی میں امام تین بار (أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ) اور: (اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلاَمُ وَمِنْکَ السَّلاَمُ، تَبَارَکْتَ يَا ذَا الْجَلاَلِ وَالْإِکْرَامِ) پڑھنے کے بعد مقتدیوں کی طرف اپنا چہرہ کرلے، پھر باقی ذکرواذکار کو مکمل کرے۔ یہ سارے ذکرواذکار فرض نہیں بلکہ سنت ہیں۔

ہر مقیم مسلم مردوعورت کے لئے بارہ رکعت سنتوں کو پابندی کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے، ظہر سے پہلے ۴ رکعت، اور بعد میں ۲ رکعت، مغرب کے بعد ۲ رکعت، عشاء کے بعد ۲ رکعت اور فجر سے پہلے ۲ رکعت: اس لئے کہ نبی ﷺ ان سنتوں کو پابندی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، اور یہی رواتب (اور موکدہ) سنتیں کہلاتی ہیں، صحیح مسلم میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ صَلَّى اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَکْعَةً فِيْ يَوْمِهِ وَلَيْلَتِهِ تَطَوُّعاً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ“ (جس شخص نے رات ودن میں بارہ رکعت سنتیں پڑھیں تو اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنادیا جاتا ہے) [مسلم]۔امام ترمذی نے اس حدیث کی روایت میں

یہی معنی ذکر کیا ہے جسے کہ ہم نے بیان کیا۔البتہ سفر کی حالت میں نبی ﷺ ظہر، مغرب اور عشاء کی سنت کو نہیں پڑھا کرتے تھے، بلکہ صرف فجر کی سنت اور وتر کی پابندی کیا کرتے تھے، اور ہمارے لئے آپ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ ''تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے''، اور نبی ﷺ نے فرمایا: (صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّيْ) ''جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اسی طرح نماز پڑھو'' [بخاری]۔اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔وَصَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ نَبِيِّنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ بِإِحْسَانٍ إِلىٰ يَوْمِ الدِّيْنِ.

مفتی عام مملکت سعودی عرب

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

☆☆ نماز کی فضیلت اور بے نمازی کا حکم

نماز سے متعلق بہت سے مسلمان غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، جب کہ یہ اسلام کا ستون ہے، امت محمدیہ ﷺ پر فرض ہونے والی سب سے پہلی

عبادت ہے، جس کا حکم معراج کی رات ساتویں آسمان پر نازل ہوا، اور خود باری تعالیٰ نے اپنے حبیب سے کلام کیا، یہ پیغمبر عالم ﷺ کی آخری وصیت ہے، اس کے ذریعہ مومن اور کافر کے مابین تفریق ہوتی ہے، اور یہ ہر بالغ مرد وعورت، آزاد وغلام، غنی وفقیر، مقیم ومسافر اور تندرست وبیمار پر یکساں فرض ہے، بشرطیکہ اس کا فہم وشعور باقی رہے۔ نیز نماز، توحید کے بعد اسلام کا پہلا بنیادی رکن ہے جس کے بغیر اس کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی، جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: (بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ) ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی عبادت کے لائق نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کا روزہ رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا''۔ (بخاری ومسلم)

قیامت کے روز نماز سے ہی متعلق سب سے پہلا سوال ہوگا، جیسا کہ فرمان نبوی ہے: (إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ الصَّلَاةُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، وَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَةٍ قَالَ الرَّبُّ: انْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ، فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ، ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلٰى ذٰلِكَ) ''قیامت کے دن بندہ کا اس

کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، اگر نماز درست ہوگئی، تو یقیناً وہ کامیاب وکامران ہوگیا، اور اگر نماز فاسد ہوگئی، تو وہ برباد اور ناکام ہوگیا، اور اگر اس کی فرض نماز میں کمی واقع ہوئی تو رب کا فرمان ہوگا: دیکھو، کیا میرے بندے نے نفل نمازیں بھی پڑھی ہیں؟ چنانچہ نفل کے ذریعہ فریضہ کی کمی پوری کی جائے گی، پھر سارے اعمال کا حساب اسی طرز پر ہوگا" (اسے نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، اور البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

اگر مومن بندہ نے پابندی کے ساتھ نماز ادا کی ہے تو اس کے لئے یہ نماز نور ودلیل (برہان) اور قیامت کے روز نجات کا ذریعہ ہوگی، وگرنہ نماز نہ تو اس کے لئے نور ودلیل (برہان) ہوگی اور نہ ہی نجات کا ذریعہ، بلکہ اس کا حشر بروز قیامت قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (اسے احمد نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور طبرانی نے کبیر واوسط، اور ابن حبان نے اپنی صحیح کے اندر روایت کیا ہے، اور ہیثمی نے اس کے رجال کی توثیق کی ہے)

اور چونکہ نماز سے متعلق ہی بروزِ قیامت سب سے پہلے سوال ہوگا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار نماز کی پابندی پر زور دیا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

(حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ)[البقرة: ٢٣٨] "نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص درمیان والی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے باادب کھڑے رہا کرو"۔ درمیانی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔

نیز دوسری جگہ فرمایا:(فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ) [الحج:۷۸] ''پس تمہیں چاہئے کہ نمازیں قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو مضبوط تھام لو وہی تمہارا ولی اور مالک ہے، پس کیا ہی اچھا مالک ہے اور کتنا ہی بہتر مددگار ہے''۔

نیز فرمایا:(وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ) [البینۃ:۵] ''انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر، اور نماز کو قائم کریں، اور زکوٰۃ دیتے رہیں، یہی ہے دین سیدھی ملت کا''۔

اور نبی ﷺ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب سوال کیا کہ سب سے بہتر عمل کونسا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وقت پر نماز پڑھنا'' ......۔(بخاری ومسلم)

اور دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے لوگوں سے اس وقت تک جہاد کا حکم دیا گیا ہے، جب تک وہ کلمۂ شہادت کا اقرار نہ کرلیں، نیز نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، اگر انہوں نے ایسا کرلیا تو اپنی جان ومال کو محفوظ کرلیا، ہاں مگر اسلام کا حق باقی رہتا ہے، اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے''۔(بخاری ومسلم)

اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ

تبارک وتعالیٰ کے پاس سے میرے پاس جبرئیل -علیہ السلام- آئے، اور انہوں نے کہا: اے محمد -ﷺ-! اللہ عزوجل کہتا ہے کہ: میں نے تیری امت پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں، چنانچہ جو وضو، وقت، رکوع اور سجدہ کی پابندی کرتے ہوئے انہیں ادا کرتا ہے، تو ان کے سبب میرے نزدیک اس کے لئے یہ عہد ہے کہ ان کے ذریعہ میں اسے جنت میں داخل کروں، اور اگر کسی کی ملاقات مجھ سے اس حالت میں ہوئی کہ اس سے اس میں کمی واقع ہوئی ہو تو اس کے لئے میرے پاس کوئی عہد نہیں ہے، اگر میں چاہوں تو اسے عذاب دوں اور چاہوں تو اس پر رحم کردوں''۔ اسے طیالسی، محمد بن نصر اور طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ کبیر کے اندر روایت کیا ہے، اور البانی نے اس کی تصحیح کی ہے۔

چنانچہ جو شخص پابندی کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے اس کے لئے مزید بے شمار فضیلتیں ہیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ☆ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾[الأعلى: ١٤-١٥] ''بے شک اس نے فلاح پالی جو پاک ہوگیا، اور جس نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتا رہا''۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ☆ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾[المؤمنون: ١-٢] ''یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی، جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں''۔

نیز فرمایا:﴿إِنَّ الإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعاً ☆ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعاً ☆ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعاً ☆ إِلَّا الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ﴾[المعارج: ١٩-٢٣] ''بے شک انسان بڑے کچے دل والا بنایا گیا ہے، جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو ہڑبڑا اٹھتا ہے، اور جب راحت ملتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے، مگر وہ نمازی جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں''۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:(إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا دَخَلَ فِي صَلَاتِهِ أَقْبَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ، فَلَا يَنْصَرِفُ عَنْهُ حَتّٰى يَنْقَلِبَ، أَوْ يُحْدِثَ حَدَثَ سُوْءٍ) ''بے شک بندہ جب اپنی نماز میں داخل ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے چہرے کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے، چنانچہ اس وقت تک چہرہ نہیں پھیرتا ہے جب تک بندہ نماز سے واپس نہ لوٹ جائے، یا اس سے حدث واقع نہ ہوجائے''۔(اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے)

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:(إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ يَقُوْلُ: أَنَا مَعَ عَبْدِيْ مَا ذَكَرَنِيْ، وَتَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ) ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب تک کہ وہ میرا ذکر کرتا ہے، اور اس کے دونوں ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں''۔(اسے احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا ہے، اور البانی نے اس کی تصحیح کی ہے)

اور ایک دوسری حدیث میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

نے نبی ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''تمہارا کیا خیال ہے، اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر جاری ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کیا کرتا ہو، تو کیا اس کے جسم پر کچھ بھی گندگی باقی رہ جائے گی؟ صحابہ کرام نے کہا: کچھ بھی گندگی نہیں رہے گی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:(فَكَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا) ''اسی طرح سے پانچوں وقت کی نمازوں کی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے''۔(بخاری ومسلم)

نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی ﷺ کہا کرتے تھے: (اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلىٰ رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرُ) ''پانچوں وقت کی نمازیں، ایک جمعہ کے بعد دوسرا جمعہ اور ایک رمضان کے بعد دوسرا رمضان اپنے مابین کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں، بشرطیکہ بڑے گناہوں سے بچتا رہا ہو''۔(مسلم)

اور عمر بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس آ کر سوال کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کا کیا خیال ہے: اگر میں نے لا إلہ إلا اللہ کی گواہی دی، آپ کے رسول ہونے کا اقرار کیا، پانچوں وقت کی نمازیں پڑھیں، زکوٰۃ دی، رمضان کے روزے رکھے اور قیام کیا تو میرا شمار کن میں ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:(مِنَ الصِّدِّيقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ) ''صدیقوں اور شہداء میں''۔

(اسے بزار نے، اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، یہ لفظ ابن حبان کا ہے، البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے)

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ جب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگتا ہے تو اس کی ساری گناہیں لا کر اس کے سر اور دونوں کندھوں پر رکھ دی جاتی ہیں، چنانچہ جب جب وہ رکوع اور سجدہ کرتا ہے اس کی گناہیں اس سے گرتی جاتی ہیں''۔ (طبرانی اور بیہقی نے اسے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ان فرض نمازوں کی پابندی کرتا ہے اس کا شمار غافلوں میں نہیں ہوتا، اور جو رات میں - قیام کرتے ہوئے - سو آیتیں پڑھتا ہے اس کا نام قانتین میں لکھ دیا جاتا ہے''۔ (حاکم نے اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ: یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے، اور ذہبی اور البانی نے ان کے اس قول کی موافقت کی ہے)

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طہارت نصف ایمان ہے، الحمد للہ (کا اجر) میزان کو بھر دیتا ہے، اور سبحان اللہ والحمد للہ (کے اجر) آسمان و زمین کے بیچ کو بھر دیتے ہیں، نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے، اور قرآن یا تو تمہارے لئے حجت ہے یا تمہارے خلاف، اور ہر بندہ صبح کرتا ہے اپنے نفس کو بیچتے ہوئے، چنانچہ وہ اسے یا تو

گناہوں سے آزاد کر دیتا ہے، یا اسے ہلاکت میں ڈال دیتا ہے"۔ (مسلم)

یہ چند قرآنی آیتیں اور احادیث ہیں جن کے اندر نماز کی فضیلت اور اہمیت کا ذکر ہے، اور جب نماز کی اس قدر فضیلت ہے، تو ظاہر سی بات ہے کہ اسے چھوڑنے پر، یا اس میں غفلت اور سستی برتنے پر اللہ کی طرف سے شدید وعید بھی ہوگی، چنانچہ اسی ضمن میں چند آیتیں اور احادیث ذکر کی جارہی ہیں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھا راستہ نصیب کر دے، انہیں شیطان کی گرفت سے نکال کر نبی ﷺ کا متبع اور فرمانبردار بنادے، اور آپ ﷺ کی سنت کے مطابق پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے کی توفیق عطا کردے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ☆ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُوْلَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ☆ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا﴾ [مريم: ٥٩-٦١] "پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے، سو ان کا نقصان ان کے آگے آئے گا، سوائے ان کے جو توبہ کرلیں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کی ذرا سی بھی حق تلفی نہ کی جائے گی، ہمیشگی والی جنتوں میں جن کا غائبانہ وعدہ اللہ مہربان

نے اپنے بندوں سے کیا ہے، بے شک اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہی ہے“۔

اور دوسری جگہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمٰى ☆ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ☆ قَالَ كَذٰلِكَ أَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾[طه: ١٢٤-١٢٦] ”اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے، وہ کہے گا کہ الٰہی! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا، (جواب ملے گا کہ) اسی طرح ہونا چاہیے تھا تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا تو آج تو بھی بھلا دیا جاتا ہے“۔

اور مزید اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ☆ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ☆ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ☆ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾[المدثر: ٣٨-٤٣] ”ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے، مگر دائیں ہاتھ والے، کہ وہ جنتوں میں (بیٹھے ہوئے) گناہ گاروں سے سوال کرتے ہوں گے: تمہیں جہنم میں کس چیز نے ڈالا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے“۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (إِنَّ بَيْنَ

الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ) ”یقیناً بندہ (مسلم) اور شرک وکفر کے مابین حائل نماز کا چھوڑ دینا ہے“۔(مسلم)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی-رحمہ اللہ- فرماتے ہیں: جو چیز اسے شرک اور کفر سے دور رکھے ہوئے ہے، وہ نماز کی پابندی ہے، چنانچہ اگر اس نے نماز چھوڑ دی تو وہ حائل ختم ہو گیا، بلکہ وہ شرک اور کفر میں داخل ہو گیا۔

اور بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: (اَلْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ) ”ہمارے اور منافقوں کے مابین عہد و پیمان نماز ہے، پس جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا“۔ (احمد، نسائی، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، ذہبی اور البانی نے ان کی موافقت کی ہے)

اور انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ، فَإِنْ صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ عَمَلِهِ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ) ”قیامت کے دن بندہ سے سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال ہوگا، چنانچہ اگر اس کی نماز درست ہوگئی تو باقی سارے اعمال درست ہو جائیں گے، اور اگر اس کی نماز خراب ہوگئی تو باقی سارے اعمال خراب ہو جائیں گے“۔ طبرانی نے اسے اوسط میں روایت کیا ہے، اور البانی نے اس کی تصحیح کی ہے۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (أَوَّلُ مَا يُرْفَعُ مِنَ النَّاسِ الْأَمَانَةُ، وَآخِرُ مَا يَبْقَى مِنْ دِيْنِهِ الصَّلَاةُ، وَرُبَّ مُصَلٍّ لَا خَلَاقَ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالىٰ) ''سب سے پہلے لوگوں سے امانت اٹھالی جائے گی، اور اس کے دین کی خصلتوں میں سے آخری چیز نماز باقی رہے گی، اور بہت سے نمازی ایسے بھی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی حصہ نہیں ہے''۔ (الجامع الصغیر، البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے)

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ڈھکی ہوئی حالت میں تھے کہ میں ان کے پاس آیا، میں نے لوگوں سے دریافت کیا: ان کی طبیعت کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، میں نے کہا کہ: نماز کے ذریعہ انہیں جگاؤ، کیونکہ نماز کے علاوہ کسی ایسی چیز کے لئے تم انہیں نہیں جگا سکتے جو انہیں زیادہ خوف زدہ کرنے والی ہو، چنانچہ انہوں نے کہا: امیر المومنین! نماز کا وقت ہو گیا۔ تو وہ یہ کہتے ہوئے ہوش مند ہوئے: (هَا اللّٰهِ إِذًا، وَلَا حَقَّ فِي الإِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ) ''اللہ کی قسم معاملہ ایسے ہی ہے، جس نے نماز چھوڑ دی اس کا اسلام میں کوئی حق نہیں'' چنانچہ زخم سے خون بہے جا رہا تھا اور انہوں نے اسی حالت میں نماز پڑھی۔ (طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں)

اور عبداللہ بن شقیق تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: نبی ﷺ کے اصحاب

نماز کے علاوہ کسی اور عمل کے چھوڑ دینے کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔ ترمذی نے اسے روایت کیا ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، اور البانی نے ان کی موافقت کی ہے، حافظ ابن حجر نے اسے ''تلخیص الحبیر'' میں ذکر کیا ہے، اور اس پر کلام نہیں کیا ہے۔

سمرہ بن جندب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر صحابہ کرام سے پوچھا کرتے تھے کہ کیا ان میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ چنانچہ اللہ جس کے بارے میں چاہتا وہ اپنا خواب بیان کیا کرتا تھا، ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات میرے پاس دو لوگ آئے، وہ مجھے لے کر گئے، انہوں نے مجھے کہا: چلئے، میں ان دونوں کے ساتھ چل پڑا، چنانچہ ہم ایک شخص کے پاس آئے جو چت لیٹا ہوا ہے، اور دوسرا اس کے سرہانے ایک بڑا پتھر لئے کھڑا ہے، وہ اس پتھر سے اس کے سر پر مارتا ہے تو اس کا سر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، اور پتھر لڑھک جاتا ہے، چنانچہ وہ پتھر کو لانے جاتا ہے، اور واپس آنے تک اس کا سر پہلے کی طرح صحیح سالم ہو جاتا ہے، وہ اسے پہلی بار ہی کی طرح پھر مارتا ہے، میں نے یہ دیکھ کر ان سے پوچھا: سبحان اللہ، یہ دونوں کون ہیں؟ تو انہوں نے مجھے کہا: آگے بڑھئے، آگے بڑھئے، چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک ایسے شخص کے پاس آئے جو کہ گدی کے بل لیٹا ہوا ہے، اور دوسرا آدمی اپنے ہاتھوں میں لوہے کا آنکس لئے کھڑا ہے، وہ اس (کے چہرہ) کی ایک طرف آتا ہے، اور اس کے جبڑے، نتھنے اور آنکھ کو گدی تک چیر دیتا ہے، پھر دوسری طرف آجاتا ہے اور پہلی طرف ہی کی طرح کرتا ہے، دوسری طرف سے فارغ ہوتا ہی ہے کہ پہلی طرف کا حصہ بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے، چنانچہ اس طرف آتا ہے اور پہلے جیسے اسے چیرتا ہے، میں نے کہا:

سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ تو انہوں نے مجھ سے کہا: آگے بڑھئے، آگے بڑھئے، چنانچہ ہم آگے بڑھے اور ایک تندور نما چیز کے پاس آئے، جس میں شور وشغب ہے، ہم نے اس کے اندر دیکھا تو اس کے اندر ننگے مرد اور ننگی عورتیں ہیں، ان کے نیچے سے شعلہ بھڑکتے ہوئے آرہا ہے، اور جب ان تک شعلہ پہنچ رہا ہے تو ان کے چیخنے چلانے کی آواز بلند ہورہی ہے، میں نے ان سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے مجھے کہا: آگے بڑھئے، آگے بڑھئے، چنانچہ ہم آگے بڑھے اور ایک نہر کے پاس آگئے جو کہ خون کے مانند سرخ ہے، اور اس میں ایک شخص تیر رہا ہے، اور نہر کے کنارے پر ایک شخص ہے جس نے ڈھیر سارے پتھر جمع کررکھے ہیں، تیرنے والا شخص تیرتے تیرتے اس کے پاس آجاتا ہے جس نے ڈھیر سارے پتھر اکٹھے کئے ہیں، اور آکر اپنے منہ کو کھولتا ہے تو وہ اس کے منہ میں پتھر دے مارتا ہے، چنانچہ وہ تیرنے لگتا ہے اور پھر واپس آتا ہے، اور جب جب وہ واپس آتا ہے اپنے منہ کو کھولتا ہے، تو وہ اس کے منہ میں پتھر مارتا ہے، میں نے ان سے پوچھا ان دونوں کا کیا ماجرا ہے؟ تو انہوں نے مجھے کہا: آگے بڑھئے، آگے بڑھئے۔ -اور مزید انہوں نے آپ ﷺ کو جنت اور جہنم کا سیر کرایا، جنت میں آپ نے اپنا محل بھی دیکھا- پھر آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ: میں نے رات عجیب وغریب چیزیں دیکھی ہیں، ان کے بارے میں مجھے بتاؤ، تو انہوں نے کہا: ابھی ہم آپ کو اس کے متعلق خبر دیتے ہیں، پہلا شخص جس کے پاس آپ آئے، جس کے سر کو ریزہ ریزہ کیا جارہا تھا، یہ وہ شخص ہے جس نے قرآن تو سیکھا لیکن اس کے مطابق عمل نہیں

کیا، اور فرض نماز کے وقت سوتا رہا، اور جس کے جبڑے، نتھنے اور آنکھ کو چیرا جا رہا تھا، یہ وہ شخص ہے، جو جلد ہی اپنے گھر سے نکلا کرتا اور جھوٹی باتیں بیان کرتا جو چاروں طرف پھیل جاتیں، البتہ ننگے مرد اور ننگی عورتیں جو کہ تندور نما چیز میں تھیں، یہ زنا کار مرد اور عورتیں ہیں، البتہ وہ شخص جو کہ نہر کے اندر تیر رہا تھا اور اسے پتھر کھلایا جا رہا تھا، وہ سود کھانے والا ہے۔ (اسے اختصار کے ساتھ بخاری سے نقل کیا گیا ہے)۔

اور نماز کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے بھی ہوتا ہے کہ نبی ﷺ جو کہ رحمۃ للعالمین تھے، اگر کوئی آپ کی دعوت کو قبول نہ کرتا تو بے تاب ہو جایا کرتے تھے، ایسا لگتا تھا کہ اس رنج میں آپ اپنی جان دیدیں گے، جیسا کہ قرآن نے بیان کیا ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾ [الكهف: ٦] ''پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے؟'' لیکن اس کے باوجود جب مشرکوں نے آپ کو غزوۂ خندق کے موقعہ سے نماز عصر سے غافل کر دیا تو آپ نے انہیں بددعاء دی: ''اللہ ان (مشرکین) کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے، جیسے انہوں نے ہمیں صلاۃِ وسطیٰ (بیچ والی نماز) سے مشغول کر دیا''۔ (بخاری ومسلم)

صرف ایک وقت کی نماز وقت پر ادا نہ کر پانے کے سبب آپ ﷺ نے انہیں بددعاء دی، جب کہ آج ہم ایک دن میں کئی ایک نماز وقت پر نہیں پڑھتے ہیں، کچھ لوگ تو صرف جمعہ ہی پڑھتے ہیں، بلکہ کتنے ایسے ہیں جو کہ صرف عید اور بقرعید کی ہی نماز

پڑھتے ہیں اور مسلمانی کا دعویٰ کئے بیٹھے ہیں، اللہ سے دعاء ہے کہ وہ ہم سبھوں کو ہدایت عطا کر دے، پابندی کے ساتھ پانچوں وقت کی نماز ادا کرنے کی توفیق عنایت کر دے، نیکیوں کے راستوں پر گامزن کر دے، اور برائی سے دور کر دے۔ آمین

☆☆مؤکدہ سنتوں کی فضیلت:

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَجْدَةً تَطَوُّعاً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ". "جس شخص نے ایک دن میں بارہ رکعت سنتیں پڑھیں تو اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے"۔ (مسلم)

ان بارہ رکعت سنتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

فجر سے پہلے دو رکعت، ظہر سے پہلے چار رکعت اور بعد میں دو رکعت، مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء کے بعد دو رکعت۔

اور ان سنتوں میں بھی فجر کی دونوں رکعت خصوصی اہمیت حاصل ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا". "فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا - اور جو کچھ دنیا میں ہے ان سب - سے بہتر ہیں" (مسلم)

یہاں فجر کی دو رکعتوں سے مراد فجر کی دو سنتیں ہیں جو فرض نماز سے قبل ادا کی جاتی ہیں، نبی ﷺ ان دونوں رکعتوں کو سفر کی حالت میں بھی ادا کیا کرتے تھے، اس لئے یہ دونوں رکعتیں بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں۔ اور اسی اہمیت کے پیشِ نظر ہم دیکھتے ہیں کہ بہتیرے مسلمان اس فضیلت کو حاصل کرنے کی خاطر اقامت ہو جانے کے بعد بھی امام کے ساتھ فرض نماز میں شامل ہونے کی بجائے اس سنت کو ادا کرتے رہتے ہیں، حالانکہ ایسا کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، چند احادیث پیشِ خدمت ہیں:

۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلاَةُ فَلاَ صَلاَةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ) ''اقامت ہو جانے کے بعد فرض نماز کے علاوہ کوئی دوسری نماز نہیں پڑھنی ہے'' (مسلم)

۲۔ عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ فجر کی اقامت ہو چکی تھی کہ آپ ﷺ ایک شخص کے پاس آئے جو صبح کی دو سنتیں ادا کر رہا تھا، آپ ﷺ نے اسے کچھ کہا جو ہمیں معلوم نہ ہو سکا، پھر جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے اسے گھیر لیا اور کہنے لگے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے

تمہیں کیا کہا؟اس نے جواب دیا: آپ ﷺ نے فرمایا: (يُوشِكُ أَنْ يُصَلِّيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ أَرْبَعًا) ”قریب ہے کہ اب تم میں کوئی شخص صبح کی نماز چار رکعت پڑھنے لگے گا“۔(بخاری ومسلم)

۳۔ عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے مسجد کے کونے میں دو رکعت نماز پڑھی پھر نبی ﷺ کے ساتھ فرض نماز میں شریک ہوگیا، رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد کہا: (بِأَيِّ الصَّلَاتَيْنِ اعْتَدَدْتَ أَبِصَلَاتِكَ وَحْدَكَ أَمْ بِصَلَاتِكَ مَعَنَا) ”اے فلاں! تم نے فرض نماز کسے شمار کیا، آیا اس نماز کو جسے تم نے اکیلے پڑھی یا اس نماز کو جسے تم نے ہمارے ساتھ پڑھی؟“۔(مسلم)

پیارے مسلم بھائیو! ان سب روایتوں سے معلوم ہوا کہ فرض نماز ہوتے وقت سنتیں پڑھنا درست نہیں ہے، رہی یہ بات کہ جو شخص فجر سے پہلے پہلے ان دوسنتوں کو ادا نہیں کرسکا ہے تو کیا اس کے لئے فرض کی ادائیگی کے بعد یا طلوعِ آفتاب کے بعد ان سنتوں کی قضا شرعی رو سے درست ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ دو حدیثیں پیشِ خدمت

ہیں:

۱۔ قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز کے لئے نکلے اور اقامت ہوگئی، میں نے آپ ﷺ کے ساتھ نمازِ فجر ادا کرلی، پھر جب آپ ﷺ واپس ہونے لگے تو آپ نے مجھے نماز پڑھنے کے لئے تیار دیکھ کر کہا:(مَهْلاً يَا قَيْسُ! أَصَلاتَانِ مَعًا؟) ''قیس ذرا ٹھہر جانا! کیا دو نمازیں ایک ساتھ پڑھ رہے ہو؟'' میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے فجر کی دو سنتیں نہیں پڑھی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:(فَلاَ إِذَنْ) ''پھر کوئی حرج کی بات نہیں ہے''۔ (اسے امام احمد، ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، البانی نے اسے صحیح کہا ہے)

۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے فجر کی دونوں سنتیں سورج نکلنے تک ادا نہیں کی ہے تو اسے چاہئے کہ سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے''۔ (اسے امام دارقطنی بیہقی اور حاکم نے روایت کیا ہے، البانی نے اسے صحیح کہا ہے)

ان دونوں حدیثوں سے پتا چلا کہ اگر فجر کی دونوں سنتیں فجر سے پہلے ادا نہیں ہوسکی ہیں تو انہیں نمازِ فجر کے بعد پڑھ لینے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، اور جس نے فجر کے بعد بھی نہیں پڑھی ہے تو اسے چاہئے کہ

طلوعِ شمس کے بعد پڑھ لے۔

اسلام کا تیسرا رکن زکوۃ ہے:

اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب نصاب مسلمان کو زکوۃ کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے، جو سال میں ایک دفعہ نکالی جائے گی اور غریبوں اور ان کے مستحقین کو دی جائے گی جن کا خود قرآن نے وضاحت سے تذکرہ کیا ہے۔

(زکوۃ کا یہ موضوع شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے مکتوب رسالہ کا ترجمہ ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ، وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ، أَمَّا بَعْدُ :

اس رسالہ کو لکھنے کا مقصد نصیحت کرنا اور زکوۃ کی فرضیت کی یاد دہانی ہے، جس سے متعلق بہت سے مسلمان غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، اور اہمیت کے باوجود مشروع طریقہ پر زکوۃ ادا نہیں کرتے ہیں، جب کہ یہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے جس کے بغیر اس کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:(بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ

الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ) ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی عبادت کے لائق نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کا روزہ رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا''۔ (بخاری ومسلم)

اور چونکہ زکوۃ کے بے شمار فائدے ہیں، اور فقراء اس کے شدید محتاج ہیں، اس لئے مسلمانوں پر زکوۃ کی فرضیت کا شمار اسلام کی واضح خوبیوں میں ہوتا ہے، نیز یہ اس بات کی بھی علامت ہے کہ اسلام مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے۔

زکوۃ کے چند فوائد:

۱- زکوۃ کے سبب فقیر اور مالدار کے بیچ محبت میں پائیداری آتی ہے؛ کیونکہ انسانی فطرت کے اندر اس شخص کے تئیں محبت پائی جاتی ہے جو اس پر احسان کرتا ہے۔

۲- زکوۃ کے سبب نفس کی طہارت اور پاکیزگی ہوتی ہے، نیز بخیلی اور حرص جیسی بری عادت سے دوری ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس آیتِ کریمہ میں قرآن کریم نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾[سورۃ التوبۃ:۱۰۳] ''آپ ان کے مالوں میں سے زکوۃ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں''۔

۳- مسلمانوں کو جود وسخاوت اور حاجتمندوں کے ساتھ نرمی کرنے کا خوگر بناتی ہے۔

۴- برکت، اضافے اور اللہ کی طرف سے بدلہ کا سبب ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾[سبأ: ۳۹] ''اورتم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کروگے اللہ اس کا (پورا پورا) بدلہ دے گا، اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے''۔

اور صحیح حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان ہے: (يَا ابْنَ آدَمَ! أَنفِقْ، أُنفِقْ عَلَيْكَ ..) ''اللہ ﷻ فرماتا ہے: اے آدم کی اولاد! تو خرچ کر، میں تم پر خرچ کروں گا...'' (بخاری ومسلم) اور ان کے علاوہ بھی زکوۃ کے بہت سے فوائد ہیں۔

اور جو شخص زکوۃ دینے میں بخیلی کرتا ہے، یا اسے نکالنے میں کوتاہی کرتا ہے اس کے لئے سخت وعید آئی ہے، اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم

بِعَذَابٍ أَلِيمٍ. يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴾ [التوبة: ٣٤-٣٥] ''اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے، جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا:) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا، پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو''۔

واضح رہے کہ ہر وہ مال جس کی زکوۃ ادا نہ کی جائے اس کا شمار کنز میں ہوتا ہے، جس کے سبب صاحبِ مال کو بروزِ قیامت عذاب ہوگا، اس کی دلیل نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ یہ صحیح حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحَ مِنْ نَارٍ فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوَىٰ بِهَا جَنْبُهُ، وَجَبِينُهُ، وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ: إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ) ''ہر صاحب مال خواہ اس کے

پاس سونا ہو یا چاندی، اگر اس نے اس کی زکوۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی چادریں بنائی جائیں گی، جنہیں جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان سے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ داغے جائیں گے، جب جب وہ ٹھنڈی ہوجائیں گی اس دن دوبارہ گرم کی جائیں گی جو کہ پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے، اور وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا'' (مسلم)

پھر اس کے بعد نبی ﷺ نے اونٹ، گائے اور بکرے کی زکوۃ نہ دینے والوں کا تذکرہ کیا، اور آپ ﷺ نے یہ خبر دی کہ وہ ان کے ذریعہ قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔

اور صحیح حدیث میں نبی ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

(مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ شُجَاعاً أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ، يُطَوِّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ - يعني: شِدْقَيْهِ - ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلاَ النَّبِيُّ ﷺ قَوْلَهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ [آل عمران: ١٨٠] ''جسے اللہ

تعالی نے مال عطا کیا ہے اور وہ اس کی زکوۃ ادا نہیں کرتا، تو قیامت کے دن اس کے مال کو زہریلا سانپ بنا دیا جائے گا، جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے، اور اسے گلے میں بطورِ طوق ڈال دیا جائے گا، وہ سانپ اپنے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑے گا اور کہے گا: میں تمہارا مال ہوں، میں تمہارا کنز ہوں، پھر نبی ﷺ نے اس قولِ باری تعالی کی تلاوت فرمائی: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ ......﴾ ترجمہ: جنہیں اللہ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے، وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لئے نہایت بدتر ہے، عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے"۔ (بخاری ومسلم)

چار اصناف میں زکوۃ واجب ہے:

زمین سے اگنے والے اناج اور پھلوں میں، چرنے والے چوپایوں میں، سونے اور چاندی میں اور تجارتی ساز وسامان میں۔

اور ان چاروں میں سے ہر ایک کی ایک متعین نصاب ہے، جس سے کم ہونے کی صورت میں زکوۃ واجب نہیں ہے۔

اناج اور پھل کا نصاب: پانچ وسق ہے، اور ایک وسق: نبی ﷺ کے صاع سے

ساٹھ صاع کا ہوتا ہے، چنانچہ نبی ﷺ کے صاع سے کھجور، کشمش، گندم، چاول، جَو وغیرہ کے نصاب کی مقدار (۳۰۰) صاع ہوئی۔ واضح رہے کہ ایک صاع متوسط قد وقامت والے انسان کے دونوں ہاتھوں سے اگر بھرے ہوئے ہوں تو چار لپ کا ہوتا ہے۔

چنانچہ کھجور اور کھیتی وغیرہ کی سینچائی بلا مشقت بارش، نہر اور جاری چشموں وغیرہ کے ذریعہ ہوئی ہو تو اس میں عُشر (دسواں حصہ) زکوۃ دینا واجب ہے۔

اور اگر مشقت و پریشانی کے ساتھ رہٹ اور ٹیوب ویل وغیرہ کے ذریعہ سینچائی ہوئی ہو تو اس میں نصف عُشر (بیسواں حصہ) زکوۃ دینا واجب ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

چرنے والے اونٹ، گائے اور بکرے کا نصاب: رسول اللہ ﷺ سے صحیح احادیث میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔ اور اگر اختصار مقصد نہ ہوتا تو ہم اسے فائدہ کی خاطر ذکر کرتے، البتہ جو اس کی معرفت کا خواہاں ہے وہ اہلِ علم سے اس کے متعلق سوال کر لے۔

(بطورِ فائدہ مترجم کی طرف سے ان کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

[illegible]

۲۴ یا اس سے کم تعداد کے اونٹ پر ہر پانچ میں ایک بکری فرض ہے۔

اور اگر کسی کے پاس صرف چار ہی اونٹ ہوں تو اس میں زکوۃ فرض نہیں ہے، ہاں اگر صاحبِ اونٹ دینا چاہتا ہے تو دے سکتا ہے۔

۲۵ سے ۳۵ تک کی تعداد پر ایک، ایک سالہ اونٹنی فرض ہے، اور اگر ایک سالہ اونٹنی نہ ہو تو پھر دو سالہ نر اونٹ فرض ہے۔

۳۶ سے ۴۵ تک کی تعداد پر ایک، دو سالہ اونٹنی فرض ہے۔

۴۶ سے ۶۰ تک کی تعداد پر ایک، تین سالہ جفتی کے قابل اونٹنی فرض ہے۔

۶۱ سے ۷۵ تک کی تعداد پر ایک، چار سالہ اونٹنی فرض ہے۔

۷۶ سے ۹۰ تک کی تعداد پر دو، دو سالہ اونٹنی فرض ہے۔

۹۱ سے ۱۲۰ تک کی تعداد پر دو، تین سالہ اونٹنی فرض ہے۔

۱۲۰ سے تعداد زیادہ ہو جائے تو ہر چالیس پر ایک، دو سالہ اونٹنی، اور ہر پچاس پر ایک، تین سالہ اونٹنی فرض ہے۔

گائے کا نصاب

۳۰ گائیوں پر ایک، ایک سالہ بچھیا یا بچھڑا فرض ہے۔

۴۰ گائیوں پر ایک، دوسالہ بچھڑا فرض ہے۔

بکری کا نصاب:

۴۰ سے ۱۲۰ تک کی تعداد پر ایک بکری فرض ہے۔

۱۲۱ سے ۲۰۰ تک کی تعداد پر دو بکری فرض ہے۔

۲۰۱ سے ۳۰۰ تک کی تعداد پر تین بکری فرض ہے۔

۳۰۰ سے زیادہ ہونے کی صورت میں ہر سو میں ایک بکری فرض ہے۔

اونٹ اور بکری کا نصابِ زکوۃ بخاری کی روایت سے ماُخوذ ہے، اور گائے کا نصابِ زکوۃ احمد، نسائی، ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ کی روایت سے ماُخوذ ہے)۔

چاندی کا نصاب: (۱۴۰) مثقال ہے، جو سعودی عرب کے درہم کے مطابق (۵٦) ریال ہوتا ہے۔(اور گرام کے حساب سے ٦۴۴ گرام ہوتا ہے)

سونے کا نصاب: (۲۰) مثقال ہے، جو سعودی جنیہ کے مطابق (11.3/7) جنیہ، اور گرام کے حساب سے (۹۲) گرام ہوتا ہے۔

سونے اور چاندی میں چوتھائی عُشر (چالیسواں حصہ) زکوۃ ہر اس

شخص پر واجب ہے، جو مالک نصاب ہو، بشرطیکہ ایک سال گذر جائے۔واضح رہے کہ اگر دونوں نصاب کی حد تک ہوں تو دونوں میں زکوۃ فرض ہے،اوراگرایک ہی ہوتو صرف اسی میں زکوۃ فرض ہے۔

نیز پرافٹ اور فائدے اصل مال کے تابع ہیں؛لہذا ان پر نئے سرے سے سال گذرنا ضروری نہیں ہے، جیسا کہ چرنے والے جانوروں کے پیدا ہونے والے بچوں پر سال گذرنا ضروری نہیں ہے، بشرطیکہ اصل جانور نصاب کی حد تک ہوں۔

اور نقدی روپئے پیسے جن سے لوگوں کا آج کل معاملہ ہوتا ہے، سونے اور چاندی کے حکم میں ہیں، خواہ ان کا نام درہم ہو، یا دینار، یا ڈالریا اورکوئی دوسرانام (روپیہ پیسہ) وغیرہ۔اگران کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کے برابر ہواورسال گذر گیا ہوتو ان پرزکوۃ واجب ہے۔

اور نقدی روپیوں کے حکم میں ہی عورتوں کے زیوربھی ہیں خواہ وہ سونے کے ہوں یا چاندی کے، چنانچہ اگر یہ نصاب تک پہنچ جائیں اورسال گذرجائے تو علماء کرام کے صحیح قول کی روشنی میں ان میں زکوۃ واجب ہے، خواہ وہ استعمال کے لئے یا عاریۃً دینے کے لئے ہی کیوں نہ ہوں، اس کی

دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ہے:(مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحَ مِنْ نَارٍ)''ہر صاحب مال خواہ اس کے پاس سونا ہو یا چاندی، اگر اس نے اس کی زکوۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی چادریں بنائی جائیں گی......'' یہ مکمل حدیث پیچھے گذر چکی ہے۔

اور اس کی دلیل نبی ﷺ سے ثابت شدہ یہ حدیث بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک عورت کے ہاتھ میں سونے کا دو کنگن دیکھا، تو آپ ﷺ نے پوچھا:(أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هٰذَا؟)''کیا تم اس کا زکوۃ ادا کرتی ہو؟''، اس نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:(أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللّٰهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ)''کیا تم اس سے خوش ہو کہ اللہ تعالی قیامت کے دن تمہیں ان کے بدلے آگ کے دو کنگن پہنائے؟'' تو اس عورت نے دونوں کنگن پھینک دیئے، اور کہا: یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں''۔

(ابو داود اور نسائی نے اسے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)(یہ لفظ دراصل مسند احمد کا ہے، البتہ نسائی اور ابوداود کی روایت میں ہے کہ اس عورت کی بچی کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے۔ مترجم)

اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ وہ سونے کا پازیب پہنا کرتی

تھیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا یہ ''کنز'' ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو چیز زکوۃ کے نصاب کو پہنچ جائے اور اس کی زکوۃ ادا کر دی جائے تو وہ کنز نہیں ہے''۔ (ابوداود) اور ان کے علاوہ بھی دوسرے دلائل موجود ہیں جن سے زیور میں زکوۃ کی فرضیت کا علم ہوتا ہے۔

البتہ عروضِ تجارت: یعنی خرید وفروخت کے لئے تیار کئے گئے ساز و سامان کی قیمت سال کے اختتام پر لگائی جائے گی، اور زکوۃ میں اس کا چالیسواں حصہ نکالا جائے گا، خواہ وہ قیمت اس کی اصل قیمت جتنی ہو یا اس سے زیادہ یا کم ہو، اس کی دلیل سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: (رسول اللہ ﷺ ہمیں اس چیز میں سے زکوۃ نکالنے کا حکم دیتے تھے جسے ہم خرید وفروخت کے لئے تیار رکھتے تھے)۔ (ابوداود)

اور یہی حکم خرید وفروخت کی خاطر رکھی جانے والی زمین، عمارت، گاڑی، ٹیوب ویل وغیرہ کا بھی ہے۔

البتہ کرایہ پر دیئے جانے والی عمارت جو کہ بیچنے کی خاطر نہ ہو تو محض اس کے کرایہ پر جب سال گذر جائے تو زکوۃ فرض ہے، اس عمارت کی قیمت پر زکوۃ نہیں ہے؛ کیونکہ یہ بیچنے کی خاطر نہیں ہے، اسی طرح خصوصی

استعمال کی گاڑی یا ٹیکسی اگر بیچنے کے لئے نہ ہو بلکہ استعمال کی خاطر ہو تو اس میں بھی زکوۃ فرض نہیں ہے۔

اور اگر ٹیکسی والے یا اس کے علاوہ شخص کے پاس نصاب کے برابر روپۓ اکٹھے ہو جائیں، اور اس پر سال گذر جائے تو اس میں زکوۃ فرض ہے، خواہ اس نے اسے خرچ کے لئے رکھا ہو، یا شادی کرنے، زمین خریدنے، قرض ادا کرنے، یا کسی اور دوسرے مقصد کی خاطر رکھا ہو، اس کی دلیل وہ سارے دلائل ہیں جو اس طرح کی چیزوں میں زکوۃ کی فرضیت ثابت کرتی ہیں۔

اور علماء کرام کے صحیح قول کی روشنی میں جیسا کہ پہلے گذر گیا قرض کے سبب زکوۃ کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی ہے۔

اور اسی طرح یتیموں اور پاگلوں کے مال میں بھی جمہور علماء کے نزدیک جب وہ نصاب کی حد کو پہنچ جائے اور اس پر سال گذر جائے تو اس پر زکوۃ فرض ہے، چنانچہ ان کے اولیاء پر سال مکمل ہونے کے ساتھ ہی ان کی طرف سے زکوۃ کی نیت کر کے زکوۃ نکالنا فرض ہے، اس کی دلیل زکوۃ کی فرضیت کے عام دلائل ہیں، جیسا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم

ﷺ نے انہیں یمن روانہ کرتے وقت فرمایا: (إِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ، تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَىٰ فُقَرَائِهِمْ) ''اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں زکوۃ فرض کیا ہے، جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے غریبوں میں تقسیم کیا جائے گا''۔ (بخاری ومسلم)

واضح رہے کہ زکوۃ اللہ کا حق ہے، اس کے ذریعہ غیر مستحق شخص کی مدد کرنا جائز نہیں ہے، اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اس کے ذریعہ انسان اپنے لئے کوئی فائدہ حاصل کرے یا اپنے نفس سے ضرر دور کرے، اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ اپنے مال کی حفاظت کرے یا اس سے کوئی ملامت دور کرے۔ بلکہ ہر مسلم شخص پر یہ واجب ہے کہ اخلاص اور خوش دلی کے ساتھ زکوۃ کو اس کے مستحق شخص کو دے، اس نیت کے ساتھ کہ وہ اس کا مستحق ہے، اس کے علاوہ زکوۃ دینے کا کچھ اور مقصد نہ ہو، تاکہ اس کا ذمہ بری ہو جائے، اور اللہ کے یہاں بھرپور ثواب اور بدلہ کا مستحق ہو۔

زکوۃ کے حقدار:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتابِ کریم کے اندر زکوۃ کے مستحق لوگوں کی وضاحت فرمادی ہے، اس کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ

وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾[التوبة: ٦٠] ''صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں، اور مسکینوں کے لئے، اوران کے وصول کرنے والوں کے لئے، اوران کے لئے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے، اور اللہ کی راہ میں، اور راہ رو مسافروں کے لئے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم وحکمت والا ہے''۔

اس آیت کریمہ کو ان دونوں عظیم ناموں کے ساتھ ختم کرنے میں اللہ ﷻ کی طرف سے تنبیہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے احوال کو اچھی طرح جانتا ہے کہ ان میں کون زکوۃ کا مستحق ہے، اور کون اس کا مستحق نہیں ہے، اور وہ اپنی شریعت اور تقدیر نافذ کرنے میں حکمت والا ہے، چنانچہ وہ ہر چیز کو اس کی مناسب جگہ پر رکھتا ہے تاکہ اس کے بندے اس کی شریعت سے مطمئن رہیں، اوراس کی حکمت تسلیم کرلیں، خواہ بعض لوگوں پر اس کی کچھ رازِ حکمت پوشیدہ ہی کیوں نہ رہ جائے۔

اخیر میں اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ وہ ہمیں اور سارے مسلمانوں کو

اپنے دین کی سمجھ، معاملہ میں سچائی، اپنی رضا کی طرف سبقت، اور اپنے غیض وغضب کے اسباب سے عافیت کی توفیق عطاء فرمائے، وہی سننے والا اپنے بندوں سے قریب ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلَىٰ عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ، وَعَلَىٰ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ.

اسلام کا چوتھا رکن روزہ ہے:

روزہ کی حقیقت اور اس کا حکم

روزہ کی حقیقت: عبادت کی نیت سے کھانے، پینے اور بیوی سے مباشرت کرنے جیسے دیگر روزہ توڑنے والے امور سے طلوعِ فجرِ صادق سے غروبِ آفتاب تک رکے رہنے کا نام روزہ ہے۔

رمضان کا روزہ اسلام کا چوتھا رکن ہے: بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلٰى خَمْسٍ؛ شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ، وَلِمُسْلِمٍ: وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ) ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا

کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور روزہ رکھنا"۔اور مسلم کی روایت میں ہے: "رمضان کا روزہ رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا"۔

روزہ کی فرضیت ۲ ھ میں ہوئی فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ "اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو" (سورۃ البقرۃ:۱۸۳)

روزہ کا حکم: پوری امتِ مسلمہ کا رمضان کے روزہ کی فرضیت پر اتفاق ہے، چنانچہ اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا شخص دین اسلام سے خارج ہے۔ رمضان کے روزے ہر قدرت رکھنے والے، غیر معذور، مسلم، عاقل ،بالغ اور مقیم مرد وعورت پر فرض ہے، جسے ایمان اور ثواب کی نیت سے رکھنا ضروری ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: (مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ) "جس نے رمضان کے روزے ایمان اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے

گئے" (بخاری ومسلم)، چنانچہ اگر کوئی شخص بغیر ثواب کی نیت کے یا محض دکھاوے کی خاطر روزے رکھے، یا روزہ کی حالت میں گالی گلوچ، لڑائی جھگڑے اور گندی باتیں کرے تو ایسے روزوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: (مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ) "جو شخص -روزہ کی حالت میں- جھوٹی بات، جھوٹا کام اور جہالت ونادانی کی باتوں سے باز نہ آجائے تو اللہ کو ایسے شخص کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں ہے"۔(بخاری)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: (اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ، فَلاَ يَرْفُثْ وَلاَ يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ) "روزہ جہنم سے ڈھال ہے، چنانچہ روزہ کی حالت میں نہ کوئی بری بات کہے نہ لڑائی جھگڑے کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کرے، اور اگر کوئی شخص اسے گالی دے، یا اس سے لڑائی کرے تو اس سے کہہ دے کہ: میں روزہ سے ہوں"۔(بخاری ومسلم)

روزہ دار کو چاہئے کہ ہر طرح کے برے کام سے جو اس کے روزہ

کو فاسد کر دے یا ثواب میں کمی کر دے اپنے آپ کو بچائے؛ لہذا نہ تو جھوٹی باتیں کرے، نہ غلط کام کرے، نہ کسی پر الزام تراشی کرے، نہ غیبت کرے، نہ چغلی کرے، نہ کسی کو گالی دے اور نہ ہی بری بات کہے، بلکہ ہر اس کام کو کرنے یا کہنے سے بچے جس میں کوئی مصلحت نہ ہو؛ اس لئے کہ حرمت والے زمانوں میں جس طرح نیکیوں کے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے بعینہ برے کاموں کے گناہ میں بھی اضافہ ہوتا ہے، چنانچہ ایسا نہ ہو کہ اس کے گناہ نیکیوں کے ثواب پر غالب آ جائیں۔

روزہ کی فضیلت

۱- اللہ تعالیٰ نے روزہ کا ثواب اپنے ذمہ خاص کر لیا ہے، چنانچہ حدیث قدسی ہے: (كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهٖ) ''ابن آدم کے سارے اعمال دو چند کئے جاتے ہیں، ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ملتا ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: سوائے روزہ کے، بندہ اسے میری خاطر رکھتا ہے اور اس کا بدلہ میں ہی دوں گا''۔ (بخاری ومسلم)

۲- روزہ گناہوں کے خاتمہ کا سبب ہے: چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں وقت کی نمازیں، جمعہ کے بعد دوسرا جمعہ اور رمضان کے بعد دوسرا رمضان اپنے بیچ کے گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ بڑے گناہوں سے بچا جائے''۔ (مسلم)

۳- روزہ قیامت کے دن روزہ دار کے لئے سفارش کرے گا، نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''روزہ اور قرآن بندے کے لئے قیامت کے دن سفارش کریں گے، روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اسے کھانے اور شہوت سے منع کردیا تھا؛ لہذا اس کے لئے میری سفارش قبول کرلے، اور قرآن کہے گا: میں نے اسے راتوں کو سونے نہیں دیا تھا؛ لہذا اس کے لئے میری سفارش قبول فرمالے، نبی ﷺ نے فرمایا: پھر دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی''۔ (مسند احمد، احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے)

۴- روزے دار افطار کے وقت اور اپنے رب سے ملاقات کے وقت روزہ کے سبب خوش ہوں گے۔ (بخاری)

۵- روزے دار جنت میں ''ریّان'' نامی دروازہ سے داخل ہوں گے، اور جب سارے داخل ہوجائیں گے تو دروازہ بند کردیا جائے گا، پھر اس کے

بعد کوئی نہیں داخل ہوگا۔(بخاری و مسلم)

۶-روزے دار کے منہ کی بو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہوگی۔(بخاری و مسلم)

۷-جو شخص اللہ کے راستہ میں ایک دن روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ سے ۷۰ سال کی مسافت کے برابر جہنم کی آگ دور کر دیتا ہے۔(بخاری و مسلم)

۸-رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کے سبب پورے سال روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔(مسلم)

۹-جس نے روزہ دار کو افطار کرایا تو اسے روزہ دار کے برابر اجر ملے گا اور روزہ دار کے اجر وثواب میں کسی طرح کی کمی نہیں ہوگی۔(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے)

۱۰-ہر مہینہ تین روزہ رکھنا، عرفہ(۹ ذوالحجہ) اور عاشوراء(۱۰ محرم) کو روزہ رکھنا اور سوموار و جمعرات کو روزہ رکھنا مستحب ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(ہر مہینہ میں تین دن کا روزہ اور رمضان کے روزے ایک رمضان سے اگلے رمضان تک یہ ہمیشہ کا روزہ ہے، اور یومِ عرفہ کے روزہ سے متعلق مجھے اللہ

سے امید ہے کہ یہ اگلے اور پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا، اور عاشوراء (۱۰ محرم) کے روزہ سے متعلق مجھے اللہ سے امید ہے کہ یہ پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا)۔ (مسلم)

ہر مہینہ کے تین روزے کی تفسیر میں عمر بن خطاب، ابن مسعود اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایام بیض (یعنی عربی کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ) کا روزہ رکھنا وارد ہے۔

ماہِ رمضان کی خصوصیت

۱- ماہِ رمضان آتے ہی آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، -اور ایک دوسری روایت میں ہے: رمضان آتے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۲- اس مہینہ میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کرنے کے باعث پچھلے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

رمضان کی تین راتوں (۲۳، ۲۵ اور ۲۷) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو باجماعت قیام اللیل بھی کرایا، یہ تراویح آٹھ رکعات مع وتر گیارہ

رکعات تھیں جس کی صراحت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت (جو مروزی کی قیام اللیل وغیرہ میں ہے) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح بخاری و مسلم کی روایت میں موجود ہے۔ نبی ﷺ کا ۲۰ رکعت تراویح پڑھنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، البتہ چونکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ۱۱ رکعت سے زیادہ پڑھنا بھی ثابت ہے اس وجہ سے محض نفل کی نیت سے بیس رکعتیں یا اس سے کم زیادہ پڑھی جاسکتی ہیں۔

۳- اس مہینہ میں شبِ قدر ہے جس کے متعلق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:
﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ ''شبِ قدر ایک ہزار مہینہ سے بہتر ہے''۔ یعنی اس رات میں نیک عمل کرنا ایک ہزار مہینہ میں عمل کرنے سے بہتر ہے، جو کہ تقریباً ۸۳ سالوں کے برابر ہے۔ شبِ قدر آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔

۴- شبِ قدر میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کرنے کے باعث پچھلے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

۵- رمضان میں صدقہ کرنا سب سے بہتر صدقہ ہے۔ (ترمذی) نبی ﷺ ماہِ رمضان میں دوسروں مہینوں کی بنسبت زیادہ صدقات و خیرات کیا کرتے

تھے۔(بخاری ومسلم)

۶-رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے، بلکہ ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (تَقْضِي حَجَّةً مَعِي) ''میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے''۔(بخاری ومسلم)

۷- رمضان ماہِ قرآن ہے، اسی مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اتارا، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾ ''ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے، اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں''۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۵)، نبی ﷺ اس مبارک مہینہ میں جبریل علیہ السلام سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے، اور جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے دومرتبہ دور کیا تھا، لہذا اس مبارک مہینہ میں قرآن مجید کی تلاوت کا خوب اہتمام کرنا چاہئے اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: (اِقْرَأُوا الْقُرْاٰنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِأَصْحَابِهِ) '' قرآن پڑھو، کیونکہ یہ قیامت کے دن تلاوت کرنے والوں کے لئے سفارشی

بن کر آئے گا''۔ (مسلم)

۸- رمضان ذکر اور دعا کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں دعا کا خوب اہتمام کرنا چاہیے، خصوصاً افطاری کے وقت؛ اس لئے کہ افطاری کے وقت کی دعا قبول کی جاتی ہے، اور ہر رات اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔ (ترمذی اور نسائی)

روزہ کی قبولیت کے بنیادی اصول

ہر عبادت کی قبولیت کے لئے دو بنیادی اصول ہیں:

۱:- اخلاص (یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے عمل صالح کو خالص کرنا)،

اور ۲:- متابعت (یعنی رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا)، چنانچہ ان کے بغیر کوئی بھی عبادت قبول نہیں ہوتی ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلٰى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ ''سنو! جو بھی اپنے آپ کو خلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے، بے شک اسے اس کا رب پورا بدلہ دے گا، اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا، نہ غم اور اداسی''۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۱۲) آیت کریمہ کے اندر ﴿أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ﴾ کا مطلب ہے محض اللہ کی رضا کے لئے کام کرنا

اور﴿ وَهُوَ مُحْسِنٌ ﴾کا مطلب ہے اس عمل کو اخلاص کے ساتھ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی سنت کے مطابق کرنا۔ (احسن البیان)

محترم قارئین! روزہ وہ عظیم ترین عبادت ہے جو ریا و نمود سے دور خلوصیت وللہیت کا درس دیتا ہے، بندہ اسے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر رکھتا ہے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حدیث قدسی کے اندر اپنے روزہ دار بندوں کی مدح وستائش کرتے ہوئے فرمایا: ’’ابن آدم کے سارے اعمال دو چند کئے جاتے ہیں، ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ملتا ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: سوائے روزہ کے، بندہ اسے میری خاطر رکھتا ہے اور اس کا بدلہ میں ہی دوں گا‘‘۔ (بخاری ومسلم)، اور یہ بدلہ جنت کی محلیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کے لئے تیار کر رکھے ہیں، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ ’’جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہِ راست پر چل رہے ہیں‘‘۔ (سورۃ الأنعام:۸۲)

یہاں پر امن سے آخرت میں عذاب جہنم سے امن وامان اور

جنت کی دائمی زندگی مراد ہے، چنانچہ جس شخص کا ایمان کامل ہوگا اللہ تعالیٰ اسے مکمل امن وامان عطا کرے گا، بغیر دکھ تکلیف کے اس کا جنت میں استقبال کرے گا، اور جس کا ایمان ناقص ہوگا، دنیا میں اس سے چھوٹے بڑے گناہ ہوئے ہوں گے، اور بڑے گناہوں سے بغیر توبہ کئے اس کی وفات ہوگئی ہوگی، تو ایسے شخص کو اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو بغیر سزا دیئے جنت میں داخل کر دے گا، اور اگر چاہے گا تو گناہوں کے برابر سزا دے کر جنت میں داخل کرے گا، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا﴾ ''اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا''۔ (سورۃ النساء:١١٦)

اور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم کے بیٹے اگر تو دنیا بھر کے گناہ کے ساتھ بھی میرے پاس آئے، اور مجھ سے تمہاری ملاقات اس حالت میں ہو کہ تم نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں

تمہارے گناہوں کے برابر مغفرت وبخشش لے کرآؤں گا''۔(احمد،ترمذی اوردارمی)

محترم قارئین! شرک سب سے بڑا گناہ اور عظیم ترین ظلم ہے،اور جیسا کہ قرآن وسنت کی روشنی میں واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرک کے اعمال نہ تو قبول فرمائے گا اور نہ ہی ہرگز اسے معاف کرے گا؛لہذا ہمیں چاہئے کہ قبر پرستی،اولیاء وصالحین کے ذریعہ استغاثہ،ان کے لئے نذرونیاز اوران جیسے دیگر شرکیہ اعمال سے اپنے آپ کو بچائیں ،اورتوحید پر ثابت قدم رہیں، صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں؛ کیونکہ اسی کی خاطر یہ کائنات وجود میں آئی،اوراسی کی نشرواشاعت کے لئے سارے نبی اوررسول اس دنیا میں آئے جس سلسلہ کی سب سے آخری کڑی خاتم المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ تھے،چنانچہ شیطانی راستے اور باپ دادا کی اندھی تقلید کو چھوڑ کر جنہوں نے ان کی اطاعت کی،ان کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اورغیبی امور میں ان کی خبروں کی تصدیق کی،وہ کامیاب رہے، جنت ان کا ٹھکانہ ہوا،اورجنہوں نے ان کی اطاعت سے منہ موڑا،باپ دادا کی اندھی تقلید کی اورغیروں کے احکام کوان کے احکام پر برتری عطا کی وہ

ذلیل وخوار ہوئے، جہنم ان کا ٹھکانہ ہوا، چنانچہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے سارے لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا''۔ صحابہ کرام ؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جنت میں داخل ہونے سے کون انکار کرے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں داخل ہونے سے انکار کیا''۔ (بخاری)

روزے سے متعلق بعض احکام

۱-روزہ کی نیت: رات ہی میں اذانِ فجر سے پہلے پہلے دل سے فرض روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے، پر زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔ (ابن باز)

۲-مسافر کا روزہ: ماہِ رمضان میں مسافر کو بحالتِ سفر رخصت حاصل ہے، چاہے تو وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے، البتہ اگر روزہ رکھنے میں مشقت و پریشانی نہ ہو تو جمہور اہل علم کے نزدیک روزہ رکھنا افضل ہے، اور اگر روزہ رکھنے کے سبب مشقت و پریشانی ہو تو روزہ رکھنا درست نہیں ہے نبی ﷺ نے فتح مکہ کے سال مشقت کے سبب راستہ میں عصر بعد روزہ توڑ دیا، اور جب آپ

ﷺ کو یہ خبر دی گئی کہ ابھی بھی بعض لوگ روزہ کی حالت میں ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ لوگ نافرمان ہیں، وہ لوگ نافرمان ہیں"۔ (مسلم)

اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ رمضان میں غزوہ کیا کرتے تھے، تو ہم میں سے بعض لوگ روزہ سے ہوتے تھے اور بعض روزہ نہیں رکھتے تھے، چنانچہ روزہ دار نہ تو غیر روزہ دار پر غصہ ہوتے تھے اور نہ ہی غیر روزہ دار روزہ دار پر غصہ ہوتے تھے، بلکہ ان کا خیال یہ تھا کہ: جسے روزہ رکھنے کی طاقت ہے اور اس نے روزہ رکھا تو اچھا کیا، اور جسے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہے اور اس نے روزہ نہیں رکھا تو اچھا کیا"۔ (مسلم)

۳- بیمار کا روزہ: بیماری دو طرح کی ہوتی ہے، یا تو اس سے صحت یابی کی امید ہو یا نہ ہو۔

الف: اگر صحت یابی کی امید ہو، اور روزہ رکھنے کے سبب بیماری میں اضافہ یا لمبی مدت تک بیمار رہنے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں باتفاق اہل علم ایسے بیمار شخص کے لئے افطار کرنا (یعنی روزہ نہ رکھنا) جائز ہے، بلکہ بعض اہل علم کے نزدیک افطار کرنا مستحب ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ كَانَ

مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ ''ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو تو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے''۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۵)

اور اگر یہ بات متحقق ہو کہ روزہ اس بیمار شخص کی صحت کے لئے مضر ہے تو پھر ایسی صورت میں اس کے لئے افطار کرنا (یعنی روزہ نہ رکھنا) واجب ہے اور روزہ رکھنا حرام ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴾ ''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے''۔ (سورۃ النساء: ۲۹) چنانچہ بیمار شخص بیماری کے ایام میں افطار کرے گا اور صحت مند ہونے کے بعد ان ایام کے روزے کو مکمل کرے گا۔

ب- اور اگر ایسی بیماری ہو کہ اس سے صحت یابی کی امید نہ ہو اور بیماری کے سبب روزہ رکھنا بھی ممکن نہ ہو تو پھر ایسی صورت میں ایسے بیمار شخص پر روزہ رکھنا فرض نہیں ہے، بلکہ ایسا شخص افطار کرے گا (یعنی روزہ نہیں رکھے گا) اور ہر دن کے روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا، ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ﴾ ''اور جو نہایت مشقت سے روزہ رکھ سکیں فدیہ میں ایک مسکین کو

کھانا دیں"۔ (سورۃ البقرۃ:۱۸۴) یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ یہ بوڑھوں کے متعلق ہے جو روزہ نہیں رکھ سکتے ہیں"۔ (بخاری) اور جس مریض کی صحت یابی کی امید نہیں ہے وہ جمہور اہل علم کے نزدیک بوڑھوں کے حکم میں ہے۔

۳- اگر بوڑھا شخص با شعور ہے لیکن بوڑھاپے کے سبب روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو ہر دن کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا، یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتوی ہے، اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہی عمل رہا ہے۔ (بخاری تعلیقاً) اور اگر بوڑھا شخص عقل وشعور کھو بیٹھا ہو تو مجنون کے حکم میں ہے، نہ تو اس پر روزہ فرض ہے اور نہ ہی کھانا کھلانا۔ اور اگر کبھی عقل وشعور کھو بیٹھتا ہو اور کبھی با شعور رہتا ہو تو با شعور رہنے کی حالت میں روزہ کی طاقت ہو تو روزہ رکھنا فرض ہے اور اگر طاقت نہ ہو تو ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا۔ (ابن باز)

۴- عورت کا روزہ: بالغہ عورت پر روزہ رکھنا فرض ہے، البتہ حیض کے دنوں میں ان کے لئے افطار کرنا (یعنی روزہ نہ رکھنا) اور بعد میں ان دنوں کے روزے کو مکمل کرنا واجب ہے۔ نیز سورج غروب ہونے سے ایک منٹ

پہلے بھی حیض آجائے تو اس دن کا روزہ باطل ہے جسے بعد میں مکمل کرنا ہوگا، لیکن اگر روزہ کی حالت میں محض درد کا احساس ہو اور سورج غروب ہونے تک حیض نہ آئے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ابن باز)

حمل والی اور دودھ پلانے والی عورتوں کو اگر روزہ رکھنے میں مشقت و پریشانی ہو تو روزہ نہ رکھنے کی انہیں اجازت حاصل ہے، پر طاقت کے بعد ان روزوں کو مکمل کریں گی۔ (ابن باز)

روزہ توڑنے والے امور

۱- با اختیار، قصداً کھانے پینے سے یا منہ اور ناک وغیرہ کے ذریعہ کسی بھی غذا یا قوت بخش اشیاء کو استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۲- رات میں بیوی سے مباشرت کرنے کی اجازت ہے البتہ دن میں مباشرت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور ایسے شخص پر روزہ کی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہے، کفارہ کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

ایک مومن غلام کو آزاد کرنا، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو مسلسل دو مہینے روزے رکھنا، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا۔ (بخاری

ومسلم)

۳- بیوی سے بوس وکنار ہوکر منی نکالنے یا ہاتھ سے منی نکالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۴- پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر کسی دوسرے طریقہ سے پچھنا کے مقدار ہی میں جسم سے خون نکالا جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ نکسیر پھوٹنے سے یا ہاتھ یا پیر وغیرہ کے زخم وغیرہ سے خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح اگر ٹیسٹ کے لئے ایک سرنج کی مقدار میں خون نکالا جائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔(ابن باز)

۵- قصداً قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جس کی قضا ضروری ہے۔(سنن اربعہ)

۶- ناک میں ڈالی جانے والی دوا کا احساس اگر حلق میں ہو تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جس کی قضا لازمی ہے۔(ابن باز)

۷- بحالتِ روزہ سگریٹ نوشی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

ایسے امور کا بیان جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

۱-بلا اختیار، بحالتِ روزہ احتلام (نائٹ فال) سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۲- بحالتِ روزہ بلا اختیار قے ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(احمد اور ابن ماجہ)

۳- بلا اختیار حلق میں پانی، دھول، مٹی یا مکھی وغیرہ داخل ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(ابن باز)

۴- بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور نہ ہی اس پر اس روزہ کی قضا ہے۔(مسلم)

۵- جو صبح صادق کے طلوع ہونے میں شک کی بنیاد پر کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، اور نہ ہی اس پر قضا ہے۔(ابن باز)

۶- رات کو احتلام ہو گیا ہے یا بیوی سے مباشرت کیا ہے اور صبح صادق ہو جانے کے بعد بھی جنبی حالت میں ہے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (بخاری و مسلم)

۷-مسواک ہی کی طرح پیسٹ سے منہ دھلنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ پیسٹ پیٹ کے اندر داخل نہ ہو، اور اگر بلا ارادہ

داخل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (ابن باز)

۸- کان یا آنکھ میں ڈالی جانے والی دوا سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لئے کہ یہ دوائیں پیٹ تک نہیں پہنچتی ہیں، لیکن اگر حلق میں دوا کا احساس ہو تو قضا کرنا واجب تو نہیں ہے البتہ احتیاطاً کر لینا چاہئے۔ (ابن باز)

۹- بیوی سے بوس وکنار ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، لیکن بوسہ لینے سے اگر شہوت غالب آجانے کا خطرہ ہو تو بوسہ لینا مکروہ ہے۔ (ابن باز)

صدقۂ فطر کی مشروعیت

صدقۂ فطر کی حقیقت: یہ وہ صدقہ ہے جسے انسان عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے پہلے نکالتا ہے۔

صدقۂ فطر کی مشروعیت: رمضان کے روزے کی فرضیت کے ساتھ ہی صدقۂ فطر کی مشروعیت ۲ھ میں ہوئی۔

صدقۂ فطر کا حکم: بخاری ومسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ فطر میں ہر مسلم، آزاد وغلام، مرد وعورت اور چھوٹے وبڑے پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو نکالنا فرض قرار دیا اور یہ حکم دیا کہ عید گاہ جانے سے قبل زکوٰۃ فطر نکال دی جائے''۔

ابن منذر –رحمہ اللہ– وغیرہ نے اس کے واجب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، اسحاق –رحمہ اللہ– کا کہنا ہے کہ: یہ اجماع کے مانند ہے۔

چنانچہ صدقۂ فطر ہر مالدار مسلم، چھوٹے بڑے، مرد وعورت اور آزاد وغلام پر واجب ہے۔ مالدار سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کے پاس عید کی رات اپنے اور اپنے اہل وعیال کے کھانے کے علاوہ ایک صاع کی مقدار میں زائد غلہ موجود ہو۔

صدقۂ فطر کی حکمت: گندی اور لغو باتوں سے نفس کی طہارت کی خاطر اور مسکینوں کے لئے بطورِ رزق اس صدقہ کو مشروع قرار دیا گیا ہے۔ (ابوداود اور ابن ماجہ)

صدقۂ فطر میں نکالے جانے والے غلہ جات: صدقۂ فطر میں گیہوں، جو، کھجور، کشمش، پنیر کے علاوہ ہر اس اناج کو نکال سکتے ہیں جسے اس ملک والے بطورِ عام غذا استعمال کرتے ہوں۔

صدقۂ فطر کی مقدار: نبی ﷺ نے زکاۃِ فطر میں ایک صاع غلہ کو واجب قرار دیا ہے، ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے، اور چار مد تقریباً ڈھائی کیلوگرام کے برابر ہوتا ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آدھا صاع گندم (گیہوں)

نکالنے کی رائے دی تھی، جس پر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان کی مخالفت کی، اس لئے کہ نبی ﷺ سے ایک صاع سے کم نکالنا ثابت نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم)

صدقۂ فطر نکالنے کا وقت: اس کے دو وقت ہیں، فضیلت کا وقت: عید کی رات سورج غروب ہونے سے عیدگاہ جانے تک ہے۔ اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے نکال دیا دیا جائے تو ایسا کرنا بھی کافی ہے؛ اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل رہا ہے۔ (بخاری) اور اگر کوئی شخص نمازِ عید کے بعد نکالے تو پھر یہ عام صدقہ کے حکم میں ہے۔

صدقۂ فطر کی قیمت نکالنا: صدقۂ فطر میں نبی ﷺ، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قیمت نکالنا ثابت نہیں ہے؛ لہذا فطرہ میں نقدی روپیہ پیسہ اور ریال وغیرہ نکالنا درست نہیں ہے، البتہ کسی شخص کو روپیہ پیسہ دے کر وکیل بنایا جا سکتا ہے کہ اس کی طرف سے اناج خرید کر صدقہ ادا کر دے۔

صدقۂ فطر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا: سنت یہ ہے کہ آدمی جس جگہ موجود ہے وہیں پر صدقۂ فطر نکالے، اور اگر کوئی شخص دوسرے ملک میں مقیم ہے اور اپنے گھر والوں کو اپنی طرف سے صدقۂ فطر نکالنے کی وصیت کر دیتا

ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن جس جگہ مقیم ہے وہیں پر نکالنا افضل ہے۔

اسلام کا پانچواں رکن حج ہے:

(حج کا یہ طریقہ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے خطاب کی روشنی میں۔بعض اضافوں کے ساتھ۔ تحریر فرمایا گیا ہے، جسے انہوں نے بروز منگل ۲۲ ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ کو شہر ریاض میں حی ربوہ کے اندر واقع جامع راجحی میں فرمایا تھا،)

حج اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جو حج کی طاقت رکھتے ہیں ان پر حج فرض کیا ہے، اور جو طاقت نہیں رکھتے ہیں ان پر حج فرض نہیں ہے، اسی لئے جس پر قرض ہے اور وہ حج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے کیونکہ قرض ادا کرنے کا اس سے مطالبہ ہے، تو ایسی صورت میں جب کہ اس پر قرض ہے، اور اس کے پاس قرض ادا کرنے کے لئے اور حج کرنے کے لئے پیسے کافی نہیں ہیں، تو پہلے وہ قرض ادا کرے؛ کیونکہ جس پر قرض ہے وہ مستطیع نہیں ہے، جب کہ بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان پر قرض ہوتا ہے اور وہ حج کو جاتے ہیں اور قرض کے معاملہ

میں تساہل برتتے ہیں، بلکہ بعض حج کے لئے قرض لیتے ہیں تو یہ سراسر غلط ہے، بلکہ قرض کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر حج فرض نہیں کیا ہے، لہذا آپ اس آسانی پر اللہ کی تعریف کیجئے، اور اگر بغیر حج کئے بھی اللہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو اللہ آپ سے اس کا حساب نہیں کرے گا؛ اس لئے کہ آپ حج پر قادر ہی نہیں ہیں۔

حج کی تین قسمیں ہیں:

(۱) تمتع، (۲) قران اور (۳) افراد

حج تمتع یہ ہے کہ: حاجی عمرہ کی نیت سے مکہ جائے، وہاں پہنچ کر طواف کرے، سعی کرے، بال کٹوالے اور پورے طور پر حلال ہوجائے، بال کٹوالینے کے بعد ساری چیزیں جو بحالتِ احرام منع تھیں اب حلال ہوگئیں، پھر ۸ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے۔ چنانچہ حج تمتع میں عمرہ اور حج دونوں مستقل ہیں۔

حج قران یہ ہے کہ: حاجی حج اور عمرہ دونوں کی نیت ایک ساتھ کرے اور مکہ پہنچ کر طوافِ قدوم کرے اور حج وعمرہ کی سعی کرے، پھر عید کے دن تک احرام کی حالت میں باقی رہے۔

اور حج افراد یہ ہے کہ: حاجی صرف حج کی نیت کرے، اور مکہ پہنچ کر طواف اور سعی کر کے احرام کی حالت میں عید کے دن تک باقی رہے۔

سابقہ باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ حج قران اور افراد کرنے والوں کے اعمال یکساں ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے، سوائے اس کے کہ قارن پر ہدی واجب ہے اور مفرد پر ہدی واجب نہیں ہے۔

اور یہ فرق اس سبب سے ہے کہ حج قران کرنے والے نے دو عبادتیں ایک ساتھ کی، اس لئے اللہ کی اس نعمت پر بطورِ شکر یہ اس پر ہدی دینا واجب ہوا، اور مفرد نے صرف ایک عبادت کی اس لئے اس پر ہدی واجب نہیں ہوا۔

ان تینوں میں حج کا کونسا طریقہ افضل ہے؟ افضل تمتع ہے، پھر قران پھر افراد۔ چنانچہ اب ہم اللہ کی مدد، آسانی اور اس کی توفیق سے حج تمتع کا طریقہ احرام باندھنے سے حج مکمل ہونے تک بیان کر رہے ہیں:

حاجی جب میقات پر پہنچے تو جنابت کے غسل کرنے کی طرح غسل کرے، پھر سب سے بہترین خوشبو جو اس کے پاس ہو لگائے، خوشبو اپنے سر اور داڑھی میں لگائے، احرام کے کپڑے میں خوشبو نہ لگائے، اور نہ

ہی اسے دھوئیں دے، پھر دو چادر پہنے، ایک نیچے اور ایک اوپر، اور اگر فرض نماز کا وقت ہو تو فرض نماز پڑھے، اور اگر فرض نماز کا وقت نہ ہو نفل نماز کا وقت ہو جیسے چاشت کی نماز کا وقت تو نفل نماز پڑھے، اور اگر نفل کا بھی وقت نہ ہو تو وضو کی دو رکعت نماز پڑھ لے، اس لئے کہ وضو کے لئے سنت پڑھنا ثابت ہے۔ اس کے بعد تلبیہ کہتے ہوئے "لَبَّیکَ عُمْرَۃً" کہے، اگر تلبیہ کو سواری پر سوار ہونے تک تاخیر کر دے، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، واضح رہے کہ احرام کی چادر پہن لینے کے بعد بھی جب تک وہ نیت نہ کر لے ممنوعاتِ احرام کر سکتا ہے۔ چنانچہ نیت کرتے وقت "لَبَّیكَ عُمْـرَۃً" کہے اور رسول اللہ ﷺ سے جو تلبیہ ثابت ہے اسے پکارتا رہے: البتہ مرد بلند آواز سے تلبیہ پکارے۔ (لَبَّيْكَ اللّٰهُـمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ،، ,,میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، بے شک ہر طرح کی تعریف اور نعمت تیرے لئے ہے اور بادشاہی بھی، تیرا کوئی شریک نہیں ہے،، بخاری اور مسلم۔ طواف شروع ہونے تک تلبیہ پکارتا رہے، مسجدِ حرام پہنچ کر طواف کرنے کے لئے جلدی کرے، اور حجرِ اسود

والے کونے سے اپنا طواف شروع کرے، الحمدللہ اب اس کی علامت موجود ہے حجرِ اسود کے کونے سے مطاف کے اخیر تک کالی لکیر کھینچی ہوئی ہے، چنانچہ حجرِ اسود کے پاس پہنچ کر وہاں سے کعبہ کو اپنے بائیں کر کے سات چکر طواف کرے، اس پہلے طواف (یعنی طوافِ قدوم) میں دو سنتیں ہیں:

(۱) پہلی سنت یہ ہے کہ ساتوں چکر طواف میں اضطباع کرے، اضطباع کا مطلب یہ ہے کہ چادر کے بیچ والے حصہ کو داہنے بغل کے نیچے کر کے چادر کے دونوں کناروں کو بائیں کندھے پر ڈال لے۔

(۲) اور دوسری سنت یہ ہے کہ صرف پہلے تین چکروں میں رمل کرے، اور باقی چار چکروں میں عام چال میں چلے، رمل کا مطلب ہے: چھوٹے چھوٹے قدم کے ساتھ تیز چلنا، اور بعض حاجی جو کندھوں کو ہلاتے ہوئے دوڑتے ہیں وہ رمل نہیں ہے۔

طواف کے دوران کونسی دعائیں کرنی ہیں؟

حجرِ اسود کو چھوتے ہوئے یا اگر چھونا ممکن نہیں ہے، تو اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے: (بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ)، (اللّٰهُمَّ إِيْمَاناً بِكَ، وَتَصْدِيْقاً بِكِتَابِكَ، وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ، وَاتِّبَاعاً لِّسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ

ﷺ) ,,اے اللہ تجھ پر ایمان، تیرے کتاب کی تصدیق، تیرے عہد و پیمان کی ایفا اور تیرے نبی محمد ﷺ کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے میں طواف شروع کرتا ہوں،، کہے، اور اس کے علاوہ رکنِ یمانی تک ذکر واذکار، دعاء اور قرآن جو کچھ بھی پڑھنا چاہے پڑھے، رکن یمانی پر پہنچ کر حجرِ اسود کو جس طرح چھویا تھا اسی طرح داہنے ہاتھ سے اسے بھی چھوئے، لیکن اگر چھونا ممکن نہ ہوتو اس کی طرف اشارہ نہ کرے، اس لئے کہ نہ چھونے کی حالت میں اس کی طرف اشارہ کرنا نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اور رکن یمانی اور حجرِ اسود کے بیچ ﴿رَبَّنَـا آتِنَـافِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَـذَابَ الـنَّارِ﴾ ,,اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات دے،، پڑھے، اور چونکہ یہ دعاء کی جگہ ہے اس لئے بار بار پڑھتا ہی رہے یہاں تک کہ حجرِ اسود تک پہنچ جائے، پھر جب حجرِ اسود کے پاس پہنچے تو صرف (اَللّٰہُ أَكْبَرُ) کہے، (بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ) نہ کہے۔ بلکہ صرف (اَللّٰهُ أَكْبَرُ) کہے۔

یہاں ایک بات یہ بیان کردینا مناسب ہوگا کہ بہت سارے حاجیوں کے ہاتھ میں کتابیں ہوتی جن میں سارے چکروں کے لئے الگ

الگ خاص دعائیں لکھی ہوئی ہیں، حالانکہ علماء کرام نے صراحت کے ساتھ اسے بدعت قرار دیا ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے ہر چکر کی دعاء متعین نہیں کی ہے، اب آپ کا سات چکر طواف مکمل ہو گیا، جس میں دو سنتیں تھیں، اضطباع پورے ساتوں چکر میں، اور رمل شروع کے تین چکروں میں، طواف مکمل ہونے کے بعد مقامِ ابراہیم کی طرف بڑھے اور اس آیت کو پڑھے: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۲۵). ترجمہ: ''تم مقام ابراہیم کو جائے نماز مقرر کرلو''، اور مقام ابراہیم کے پیچھے تنہا دو ہلکی رکعت نماز پڑھے، پہلی رکعت میں ﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ أَحَدٌ﴾ پڑھے، اور نماز کے بعد دعاء کے لئے نہ بیٹھے۔ اگر مقامِ ابراہیم کے پاس طواف کرنے والوں کی بھیڑ ہو تو یہاں پر نماز نہ پڑھے؛ اس لئے کہ نماز پڑھنے کے لئے اس کا حق نہیں بنتا ہے، بلکہ حق طواف کرنے والوں کا ہے۔ چنانچہ مسجد میں کسی بھی جگہ نماز پڑھ لے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر آسانی سے حجرِ اسود کے پاس آکر اسے چھو سکتا ہے تو اسے چھوئے، ورنہ صفا کی طرف نکل جائے، صفا کے قریب پہنچ کر یہ آیت پڑھے: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ

شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْراً فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾ (سورة البقرة : ١٥٨)، ,,صفا اور مروہ اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ہیں، اس لئے بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرنے والے پر ان کا طواف کر لینے میں بھی کوئی گناہ نہیں، اپنی خوشی سے بھلائی کرنے والوں کا اللہ قدر دان ہے اور انہیں خوب جاننے والا ہے،،۔ سنت یہ ہے کہ یہ آیت صفا کے قریب پہنچ کر پڑھی جائے نہ کہ صفا پر چڑھ کر جیسا کہ نبی ﷺ نے یہ آیت صفا کے قریب پہنچ کر پڑھی تھی۔

یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا کہ انسان مقامِ ابراہیم کے پاس ﴿وَاتَّخِذُوْا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾، اور صفا کے قریب پہنچ کر ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ﴾ کیونکر پڑھتا ہے؟ تا کہ اسے یہ احساس ہو کہ اس نے جو کچھ بھی کیا ہے اللہ کے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہوئے کیا ہے۔

پھر صفا پر چڑھے، اور قبلہ کی طرف رخ کرے، دعاء کے لئے جس طرح ہاتھ اٹھایا جاتا ہے اسی طرح اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے، تین بار (اَللّٰهُ أَكْبَرُ) کہے، اور ,,لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا إِلٰهَ

إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، نَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ،، ,,اللہ تعالی کےعلاوہ کوئی معبود برحق نہیں،اور اللہ سب سے بڑا ہے،اللہ تعالی کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے،اس کا کوئی شریک نہیں،اسی کے لئے بادشاہت ہے،اسی کے لئے ہر طرح کی تعریف ہے، اوروہ ہر چیز پر قادر ہے،اللہ تعالی کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے، اس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا، اپنے بندہ کی مدد کی، اور تنہا ہی جماعتوں کو شکست دیا،،۔پڑھے، پھر جو دعاء کرنی چاہے کرے، پھر دوبارہ سابقہ اذکار کو پڑھے، اور جو بھی دعاء کرنی ہے کرے، پھر تیسری بار سابقہ اذکار کو پڑھے اور دعاء کرے، پھر مروہ کی طرف چل پڑے، ہرے نشان تک عام رفتار میں چلے، جب ہرے نشان پر پہنچ جائے تو وہاں سے دوسرے نشان تک خوب تیز دوڑے، نبی ﷺ بھی اس کے بیچ اس قدر تیزی سے دوڑتے تھے کہ تیزی کے سبب آپ کے کپڑے ناچنے لگتے تھے، اور اگر بہت تیز دوڑ ناممکن نہ ہوتو پھر جس قدر تیز چلنا ممکن ہو سکے چلے، نہ خود تکلیف اٹھائے اور نہ ہی دوسروں کو تکلیف دے، مروہ پہنچ کر اس پر چڑھے، اور قبلہ کی طرف چہرہ کرکے صفا پر جو اذکار کئے تھے وہ کرے اور دعائیں بھی کرے، البتہ ﴿إِنَّ الصَّفَا

وَالْمَــرْوَةَ ﴾ اس آیت کو نہ پڑھے۔اس لئے کہ نبی ﷺ نے مسجد سے نکلنے کے بعد ایک ہی بار صفا سے قریب ہو کر یہ آیت پڑھی تھی، اس طرح سات بار سعی کرے ہر چکر میں اسی طرح کرے جس طرح پہلی بار کیا تھا، ساتواں چکر مروہ پر مکمل کرے، اگر صفا پر اس کی سعی پوری ہوتی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے یا تو سعی کم کی ہے یا زیادہ، اس لئے کہ صفا سے مروہ پر آنا ایک چکر ہوتا ہے، اور مروہ سے صفا واپس جانا دوسرا چکر شمار ہوتا ہے، اس طرح ساتواں چکر ضروری ہے کہ مروہ پر ہی مکمل ہو۔سات چکر سعی سے فارغ ہو کر اپنا بال کٹوالے، اور چونکہ حج کا وقت قریب ہے اس لئے بال نہ منڈوائے، کیونکہ منڈوانے کی صورت میں بال نہیں نکل پائے گا، اس لئے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو جب وہ چار ذی الحجہ کو مکہ پہنچیں تو انہیں بال کٹوانے کا حکم دیا، اور منڈوانا اگرچہ افضل ہے لیکن منڈوانے کا حکم نہیں دیا تاکہ حج کے بعد منڈوانے کے لئے بال باقی بچے، بال کٹوانے کے بعد ساری چیزیں جو احرام کے سبب ممنوع تھیں حلال ہو گئیں، لہذا کپڑا پہن لے، خوشبو لگالے، اور اگر بیوی ساتھ میں ہے تو اس سے صحبت بھی کرسکتا ہے، غرضیکہ عمرہ مکمل ہونے کے بعد ساری چیزیں حلال ہوگئیں۔

پھر آٹھ ذی الحجہ کو اپنے قیام کی جگہ سے احرام باندھے، احرام باندھتے وقت عمرہ کے احرام کے وقت جس طرح غسل کیا تھا اسی طرح غسل کرے، اور "لَبَّیْکَ حَجاً" کہے۔ اور آٹھ تاریخ کو ہی چاشت کے وقت منی کی طرف نکل پڑے، منی میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز اپنے اپنے وقت پر قصر کے ساتھ پڑھے (یعنی چار رکعت والی نمازوں کو دو دو رکعت پڑھے)۔

نو تاریخ کو سورج طلوع ہونے کے بعد عرفہ جائے، اور اگر سہولت ہو تو نمرہ میں پڑاؤ ڈالے، لیکن واضح رہے کہ نمرہ یہ عرفہ کا حصہ نہیں ہے، بلکہ عرفہ سے باہر ہے، البتہ نبی ﷺ نے اس جگہ پر پڑاؤ ڈالا تھا، اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس کا مقصد کیا تھا، شاید آرام کرنا مقصد رہا ہو کیونکہ یہاں پر بہت زیادہ پیڑ پودے تھے، سورج ڈھلنے کے بعد نمرہ سے عرفہ جائے، اور اگر نمرہ میں پڑاؤ ڈالنا دشوار کن ہو جیسا کہ اس زمانے میں ہم مشاہدہ کر رہے ہیں تو ڈائرکٹ عرفہ چلا جائے، اور وہاں پڑاؤ ڈال کر جمع تقدیم کے ساتھ یعنی ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کی نماز - دو دو رکعت پڑھے - اگر امام کے ساتھ مسجدِ عرنہ میں نماز پڑھنا آسان ہو تو مسجدِ عرنہ ہی میں نماز پڑھے یہ بہتر ہے،

نہیں تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے اپنے خیموں میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، آج کے دن حاجیوں کو چاہئے کہ امام کا خطبہ سنیں۔ اور الحمد للہ ان دنوں خطبہ کو سننا ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ بہت آسان ہے۔ امام کا خطبہ اس لئے سنیں کہ نبی کریم ﷺ نے عرنہ میں پڑاوَ ڈالنے کے بعد پہلے آپ ﷺ نے خطبہ دیا، پھر آپ ﷺ نے خطبہ کے بعد بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا، پھر انہوں نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر عصر کے لئے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ حاجی نے جس جگہ پڑاوَ ڈالا ہے نماز کے بعد وہیں پر ٹھہرا رہے، اور دعاء میں مشغول رہے، عرفہ میں نبی ﷺ نے پہاڑی کے مشرقی حصہ میں پڑاوَ ڈالا تھا، اگر وہاں پر ٹھہرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے، اور اگر ممکن نہ تو کہیں بھی ٹھہرے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (وَقَفْتُ هٰهُنَا وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ) ''میں یہاں پر ٹھہرا ہوں اور پورا عرفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے''۔ البتہ دعاء کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرے اگر چہ پہاڑی پیٹھ پیچھے ہی کیوں نہ پڑے، سورج غروب ہونے کے بعد تلبیہ پکارتے ہوئے مزدلفہ جائے، سورج غروب ہونے سے پہلے عرفہ کی حد بندی سے باہر نہ نکلے، مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز

پڑھے- یعنی ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ، عشاء کی نماز دو رکعت پڑھے- پھر فجر طلوع ہونے تک سو جائے، فجر طلوع ہونے کے بعد جلدی سے فجر کی نماز پڑھے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر آسانی ہو تو مشعرِ حرام کے پاس- دعاء کرنے کے لئے- جائے، مشعرِ حرام وہ جگہ ہے جہاں پر ان دنوں مزدلفہ کی مسجد بنی ہوئی ہے، ورنہ اپنی جگہ ہی ٹھہرا رہے- اور دعاء کرے-، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: (وَقَفْتُ هٰهُنَا وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ) ''میں یہاں پر ٹھہرا ہوں اور پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے''۔ پھر جب خوب روشنی ہوجائے تو سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی منی کی طرف روانہ ہوجائے، اور جمرۂ عقبہ کی رمی کے لئے جائے، راستے سے صرف سات کنکریاں چنے، ان کنکریوں کے ذریعہ رمی کرے، اور ہر کنکری کو مارنے کے ساتھ (اللہ اکبر) کہے، واضح رہے کہ اس رمی یعنی کنکری مارنے کے ذریعہ آپ ایک عبادت ادا کر رہے ہیں، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قربت چاہ رہے ہیں، رمی سے فارغ ہوکر قربان گاہ کی طرف جائیں، وہاں جا کر اپنا جانور ذبح کریں، پھر بال منڈوائیں، بال منڈوانے کے ساتھ آپ کو پہلا تحلّل حاصل ہوگیا، چنانچہ بیوی کے علاوہ وہ ساری چیزیں جن کے

کرنے پر پابندی تھی اب وہ چیزیں آپ کر سکتے ہیں۔حاجی اب سلا ہوا کپڑا پہن لے،خوشبو لگالے، پھر حج کے طواف کے لئے مکہ جائے،اس طواف کو طوافِ افاضہ،طوافِ زیارت اورطوافِ حج بھی کہتے ہیں،اپنے سلے ہوئے کپڑوں میں ہی سات چکر طواف کرے،اس طواف میں رمل نہ کرے، پھر صفااور مروہ کے بیچ سعی کرے، پھر منیٰ لوٹ آئے اور ۱۱،۱۲،اور ۱۳ کی رات منیٰ میں گذارے۔

اس بیان کے ذریعہ آپ کواس کا علم ہوگیا کہ عید کے دن ہم پانچ کام کریں گے،سب سے پہلے جمرۂ عقبہ کی رمی، پھر قربانی، پھر بال منڈوانا، پھر طواف، پھر سعی ۔جس ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے،اسی ترتیب کے ساتھ ان اعمال کو کرنا اکمل اور افضل ہے،لیکن اگر کچھ آگے پیچھے ہوجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے،اس لئے کہ نبی ﷺ سے عید کے دن ان اعمال کے آگے پیچھے ہوجانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ) ’’کرو،کوئی حرج کی بات نہیں ہے‘‘۔

یہاں پر چند سوالات ہیں:

۱-اگر کوئی انسان مزدلفہ سے ڈائرکٹ مکہ آجائے ،اور طواف اور سعی کر کے

منی لوٹے، پھر رمی اور قربانی کرے اور بال منڈوائے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

ج:- ایسا کرنا جائز ہے۔

۲- کوئی شخص مزدلفہ سے واپسی میں پہلے قربان گاہ گیا، وہاں جا کر سورج طلوع ہونے کے بعد رمی کرنے سے پہلے اس نے قربانی کر لی، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

ج:- ایسا کرنا جائز ہے۔

۳- مکہ آ کر کسی شخص نے دیکھا کہ سعی کے لئے بھیڑ نہیں ہے، اور طواف کے لئے بھیڑ ہے، چنانچہ طواف کرنے سے پہلے اس نے سعی کر لی، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

ج:- ایسا کرنا جائز ہے؛ اس لئے کہ نبی ﷺ سے ایک صحابی نے سوال کیا: طواف کرنے سے پہلے میں نے سعی کر لی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج کی بات نہیں ہے''۔ اور اس میں آسانی بھی ہے۔

چنانچہ یہ پانچوں عبادتیں اسی ترتیب سے ادا کی جائیں گی جس کا تذکرہ ہم نے پہلے کیا کہ: پہلے جمرۂ عقبہ کی رمی، پھر قربانی، پھر بال منڈوانا،

پھر طواف، پھر سعی، لیکن ان میں سے کوئی عبادت آگے پیچھے ہوگئی تو اللہ کی رحمت اور حکمت یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ اگر سارے لوگوں کو ایک ساتھ رمی کرنے، طواف کرنے، اور سعی کرنے کا حکم دیا جائے، تو اس میں بہت زیادہ مشقت وپریشانی ہوگی، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس میں حاجیوں کو چھوٹ دی گئی، چنانچہ کوئی رمی کرنے کے بعد طواف کرتا ہے، تو کوئی بال منڈوانے کے بعد رمی کرتا ہے، تو کوئی ذبح کرنے کے بعد رمی کرتا ہے، اور کوئی بال منڈوانے کے بعد ذبح کرتا ہے۔ اور الحمدللہ اس میں کافی کشادگی ہے۔

گیارہ تاریخ کی رات منی میں گذارے، زوال کے بعد یعنی سورج ڈھلنے کے بعد جب کہ ظہر کا وقت ہوجائے تو ۲۱ کنکریاں چنے، یا سات سات کنکریاں چنے، اور یکے بعد دیگرے پہلے جمرہ کو سات کنکریوں سے مارے، اور ہر بار (اللہ اکبر) کہے، پہلے جمرہ کی رمی سے فارغ ہوکر تھوڑا سا آگے بڑھے تا کہ اس تک کنکریاں نہ پہنچیں، قبلہ کی طرف چہرہ کرے، اور لمبی دعاء کرے، پھر بیچ والے جمرہ کی طرف بڑھے، اور اسے بھی یکے بعد دیگرے سات کنکریاں مارے، ہر کنکری مارنے کے ساتھ (اللہ اکبر) کہے،

اس جمرہ کی رمی سے فارغ ہوکر پھر تھوڑا سا آگے بڑھے، قبلہ کی طرف چہرہ کرے، اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر لمبی دعاء کرے، پھر جمرۂ عقبہ کی طرف جائے، اور اسے سات کنکریوں سے مارے، رمی سے فارغ ہونے کے بعد وہاں نہ رکے، اسی طرح سے ۱۱، اور ۱۲ تاریخ کو کنکریاں مارے، اور تاخیر کرنے کی صورت میں ۱۳ تاریخ کو بھی اسی طرح کنکریاں مارے۔

ان اعمال کو کرنے کے بعد آپ کا حج مکمل ہوگیا، لہذا آپ جب مکہ سے اپنے وطن کو روانہ ہوں تو روانہ ہونے سے پہلے جو کپڑے بھی آپ نے پہنے ہیں انہیں کپڑوں میں- کپڑا بدلنے کی ضرورت نہیں ہے- ضرور طوافِ وداع کریں، اس طواف میں بھی رمل نہ کریں، اور نہ ہی طواف کے بعد سعی کریں، اس لئے کہ طوافِ وداع میں صرف طواف ہی کرنا ہے، اس طرح آپ کا حج تمتع، عمرہ اور حج کے ساتھ مکمل ہوگیا۔

اگر آپ نے حج قران یا افراد کی نیت کی ہے، تو میقات سے احرام باندھنے سے لے کر عید کے دن تک آپ احرام کی حالت میں رہیں گے، اس لئے کہ قارن اور مفرد حج اور عمرہ کے بیچ حلال نہیں ہوتے ہیں، البتہ جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ مفرد کی بجائے قارن پر قربانی ضروری

ہے۔

اس بیان کے بعد اب ہم حج کے کچھ مسائل ذکر کرتے ہیں:

۱- اگر کسی شخص نے میقات سے نکل جانے کے بعد احرام کی نیت کی تو کیا احرام کی اس کی نیت درست ہوگی؟ اور عام طور سے یہ واقعہ فلائٹ کے ذریعہ سفر کرنے والوں کے ساتھ پیش آتا ہے کہ میقات سے گذر جانے کے بعد جدہ سے وہ احرام کی نیت کرتے ہیں۔

ج:- اس کا احرام صحیح ہوگا، لیکن واجب چھوڑنے کے سبب اس پر فدیہ ہے جسے مکہ میں ذبح کرکے وہاں کے فقیروں پر تقسیم کرے گا۔

۲- ہمیں اس کا علم ہو چکا ہے کہ حج کے اندر ایک نہیں بلکہ چھ وقفات ہیں (یعنی چھ جگہوں پر ٹھہر کر دعاء کرنی ہے) ۱-صفا پر، ۲-مروہ پر، ۳-عرفہ میں، ۴-مزدلفہ میں، ۵- پہلے جمرہ کی رمی (کنکری مارنے) کے بعد، ۶-اور بیچ والے جمرہ کی رمی کے بعد۔ یہ چھ وقفات ہیں، انسان کے لئے ان میں کوتاہی اور سستی کرنا غیر مناسب ہے، البتہ چاہے تو لمبا وقفہ کرے یا مختصر۔

۳- ہم نے یہ بیان کیا کہ حاجی ۹ ذی الحجہ کی رات منیٰ میں گذارے گا، اگر وہ منیٰ میں رات گذارنے کی بجائے ڈائرکٹ عرفہ چلا جائے تو کیا اس کا حج

صحیح نہیں ہوگا؟

ج:- اس کا حج صحیح ہوگا، اور اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے، لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اس کی ایک سنت چھوٹ گئی۔ اس کے حج صحیح ہونے کی دلیل عروہ بن مضرس کا واقعہ ہے کہ نبی ﷺ سے ان کی ملاقات مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھتے وقت ہوئی، اور انہوں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ ہر پہاڑی پر ٹھہرتے ہوئے وہ آئے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو ہمارے ساتھ اس نماز میں موجود رہا، اور ہمارے ساتھ واپس ہونے تک ٹھہرا، اور اس سے پہلے اس نے عرفہ میں بھی دن یا رات میں وقوف کیا ہے (ٹھہرا ہے) تو اس کا حج پورا ہوگیا''۔

۴- اگر عرفہ سے سورج غروب ہونے سے پہلے روانہ ہوگیا تو کیا اس کا حج صحیح ہے؟

ج:- اس کا حج صحیح ہے، اس لئے کہ اس نے رکن ادا کرلیا، لیکن وہ گنہگار رہے اور اس پر فدیہ لازم ہے، جسے مکہ میں ذبح کرکے فقیروں میں تقسیم کیا جائے گا۔

۵- پہلے ہم نے ذکر کیا تھا کہ مزدلفہ میں فجر کی نماز کے بعد دعاء کرے گا اور خوب روشنی ہوجانے تک ٹھہرے گا، لیکن اگر کوئی فجر سے پہلے ہی روانہ

ہو جائے تو کیا اس کا یہ حج صحیح ہے؟

ج:- اگر انسان کمزور ہے، لوگوں کے ساتھ اس کا جانا پریشان کن ہے، یا اس کے ساتھ کمزور لوگ ہیں، تو رات کے آخری حصہ میں مزدلفہ سے روانہ ہو جانا اس کے لئے جائز ہے، اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا چاند ڈوبتے ہی وہاں سے روانہ ہو جاتی تھیں؛ لہذا اگر آپ کو بھیڑ سے خوف ہو، اور اس کے سبب زیادہ پریشانی لاحق ہو جانے کا خدشہ ہو تو رات کے آخری حصہ میں مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں۔

٦- جمرات کی رمی عبادت ہے، یا کچھ اور ہے؟

ج:- عبادت ہے، اس لئے ہمارے لئے یہ عقیدہ رکھنا کہ ہم شیطان کو مار رہے ہیں، درست نہیں ہے، اس لئے کہ یہ چیز نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اور اس اعتقاد نے بہت سے عظیم مفاسد جنم دیئے ہیں، چنانچہ بہت سے حاجی کنکری مارنے شدید غصہ کی حالت میں آتے ہیں، بلکہ بسا اوقات انہیں جمرہ کو گالی دیتے ہوئے بھی آپ سنیں گے، اور نعوذ باللہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ شیطان ہے، اس لئے بسا اوقات بڑے بڑے پتھر لے کر آتے ہیں، اور جوتے چپل اور لکڑیوں سے بھی مارتے ہیں، اس لئے کہ

مارتے وقت وہ شیطان کو مارنے کا عقیدہ رکھتے ہوئے اسے مارتے ہیں۔جب کہ شیطان اس کے بغیر استعاذہ کے ذریعہ بھگایا جاتا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ﴾ ”اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے“۔(سورۃ الأعراف:۲۰۰)

جمرات پر پل بننے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ: میں نے ایک میاں بیوی کو دیکھا، کہ: میاں چھوٹے جمرہ پر بیچ حوض میں داخل تھا، اور چپل سے کھمبے کو مار رہا تھا، اور کچھ کہہ بھی رہا تھا، لیکن دور ہونے کے سبب میں اس کی بات نہیں سمجھ سکا، لیکن اتنا ضرور تھا کہ بہت غصہ میں پٹائی کئے جارہا تھا اور ساتھ میں اس کی بیوی بھی پٹائی کئے جارہی تھی، اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان کی پیٹھ پر لوگوں کے پتھر بھی پڑ رہے تھے، لیکن ان کے اندر حرکت نہیں پیدا ہورہی تھی۔آخر ایسا کیوں ہوا؟

اس لئے کہ اس شخص کی سونچ یہ تھی کہ وہ اس عمل کے ذریعہ روئے زمین پر سب سے بہتر عبادت ادا کر رہا ہے، اور یہ سب جہالت کے سبب ہوا؛ لہذا آپ جب جمرہ کی رمی کریں تو دراصل آپ عبادت کر رہے ہیں، اس

لئے خضوع خشوع کے ساتھ ادا کریں۔

۷-ہم نے ذکر کیا تھا کہ حاجی جمرات کی رمی دن میں کرے گا، چنانچہ وہ کس وقت رمی شروع کرے گا؟

ج:-عید کے دن جمرۂ عقبہ کی رمی کا وقت رات کے آخری حصہ سے شروع ہوکر ۱۱ تاریخ کو فجر طلوع ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔اور باقی دنوں میں جمرات کی رمی کا وقت سورج کے زائل (ڈھلنے) سے شروع ہوکر فجر طلوع ہونے تک باقی رہتا ہے۔ چنانچہ پتہ چلا کہ رات میں بھی رمی کرنا درست ہے۔

اور اس موقعہ سے ہم آپ کو باخبر کرنا چاہتے ہیں کہ اگر دن میں رمی کرنے میں پریشانی ہوتو رات میں رمی کیجئے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے رمی کے ابتدائی وقت کی تو تعیین کی لیکن آخری وقت کی تعیین نہیں کی، اور اس میں لوگوں کے لئے آسانی ہے، لہذا جب نبی ﷺ سے سورج غروب ہونے کے بعد رمی کرنے سے منع کرنا ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کے سوال پر کہ میں نے شام کو رمی کی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ: کوئی حرج نہیں ہے، تو اس سے پتہ چلا کہ رمی کے وقت میں الحمد للہ

وسعت ہے۔

۸- بارہ ذی الحجہ کو اگر کسی شخص نے چاشت کے وقت طوافِ وداع کر لیا، پھر منی لوٹ کر زوال (سورج ڈھلنے) کے بعد اس نے جمرات کی رمی کی، اور منی ہی سے اپنے شہر یا ملک کو واپس ہو گیا، اور واپسی کے وقت اس نے مکہ آ کر طوافِ وداع نہیں کیا تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

ج:- ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ طوافِ وداع کا سب سے آخر میں ہونا ضروری ہے، چنانچہ ہم اس شخص کے متعلق یہ بات کہہ رہے ہیں کہ اس نے طوافِ وداع چھوڑ دیا؛ کیونکہ اس نے وقت سے پہلے طواف کیا تھا، اس لئے اس پر دم دینا واجب ہے، جسے مکہ میں ذبح کر کے فقیروں میں تقسیم کیا جائے گا۔

ہمیں امید ہے کہ ہم نے حج اور عمرہ کی صفت کو اللہ نے جس طرح ہمارے لئے آسان کیا ہم نے اسے بیان کیا، اور الحمد للہ حج اور عمرہ کے موضوع سے متعلق بہت ساری کتابیں ہیں، لیکن لوگ یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ حج اور عمرہ کو جاتے ہوئے اپنی راہنمائی کے لئے کتاب بھی نہیں لیتے، اور نہ ہی صحیح ساتھیوں کو اختیار کرتے ہیں۔ لہذا جس چیز کی ضرورت ہے اور

خاص کر حملات والوں کے لئے کہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں ارشاد وتوجیہ کے لئے طالب علموں کو اختیار کریں۔ اور بعض لوگ ایسے بھی متساہل ہیں کہ دس سال پہلے ہونے والی غلطیوں کا سوال دس سال بعد کرتے ہیں، اور بعض غلطیاں ایسی بھی کرتے ہیں کہ حج کے دوران ہی اگر کسی ادنی طالب علم سے اس کے متعلق سوال کر لئے ہوتے تو وہ اس غلطی سے بچ جاتے، اور ان کا معاملہ بھی حل ہو جاتا۔ مثال کے طور پر طواف کے درمیان بھیڑ کے سبب جو غلطی ہوتی ہے کہ حجر اور کعبہ کے بیچ داخل ہو کر طواف کر لیتے ہیں اس لئے کہ وہ قریب ہے، تو کیا اس طرح طواف کرنا درست ہے؟ درست نہیں ہے، اور ایسا ہوتا رہتا ہے، بلکہ ایسے بھی متساہل لوگ ہیں کہ انہیں ان کے شہر واپس ہو جانے کے بعد پھر سے مکہ لوٹ کر انہیں طواف کرنے کا حکم دیا گیا؛ اس لئے کہ انہوں نے ایک چکر حجر کے دروازہ سے داخل ہو کر کیا تھا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ ''اور اللہ کے پرانے گھر کا طواف کریں'' [سورۃ الحج:۲۹]۔ اس آیت میں (ب) استیعاب کے لئے ہے، یعنی پورے گھر کا طواف کریں، اور جس شخص نے حجر کے دروازہ سے داخل ہو کر طواف کیا اس نے پورے گھر کا طواف نہیں کیا۔

بات دراصل یہ ہے کہ بہت سارے ایسے مسائل ہیں جو لوگوں پر مخفی رہ جاتے ہیں، اور لوگ ان میں غفلت اور سستی سے بھی کام لیتے ہیں، لہذا میں حج پر جانے والے اپنے بھائیوں کو نصیحت کر رہا ہوں کہ اپنے ساتھ معروف علماء کی کتابوں کو لیتے جائیں تا کہ اس میں غلطی نہ ہو، یا طالب علموں کے ساتھ حج کریں تا کہ علم وبصیرت کی روشنی میں ان کی عبادت ادا ہو۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعاء گو ہیں کہ اللہ ہمیں اور آپ کو علم وبصیرت کی روشنی میں اپنی عبادت کرنے والا بنائے۔

سوالات:

س ۱-- جن خادمات کے ساتھ محرم نہیں ہیں تو کیا ان کے لئے عورتوں کے گروپ میں حج اور عمرہ کے لئے جانا درست ہے؟ جب کہ بہت ساری خادمات کے یہاں آنے کا مقصد ہی حج اور عمرہ کرنا ہوتا ہے۔

ج:-- میری رائے یہ ہے کہ محرم کے بغیر عورت کے لئے حج پر جانا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے: (لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرُ

الْـمَـرْأَةُ إِلَّا وَمَـعَ ذِيْ مَـحْرَمٍ) فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ امْـرَأَتِـيْ خَرَجَتْ حَاجَّةً، وَإِنِّي اكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، قَالَ : (انْـطَـلِـقْ فَـحُـجَّ مَـعَ امْرَأَتِكَ) متفق عليه.,, محرم کے بغیر کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ ہو، اور نہ ہی کوئی عورت محرم کے بغیر سفر کرے،، ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میری بیوی حج کے لئے جا رہی ہے اور میرا نام فلاں غزوہ کے لئے لکھا جا چکا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ,,جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو،، بخاری اور مسلم۔ چنانچہ نبی ﷺ نے انہیں غزوہ چھوڑ کر بیوی کے ساتھ حج کرنے کا حکم دیا، لہذا کسی کے لئے بھی اپنی خادمہ کو محرم کے بغیر حج پر جانے کی اجازت دینا جائز نہیں ہے، اور خادمہ کو یہ سمجھایا جائے کہ الحمد للہ تمہارے اوپر حج فرض نہیں ہے، اور یہ بھی کہ اس کا حکم اس فقیر کی طرح ہے جس کے پاس حج پر جانے کے لئے مال نہ ہو، تو جس عورت کے پاس محرم نہیں ہے، وہ شرعی طور پر عاجز ہے، اور فقیر جس کے پاس مال نہیں ہے وہ حسی طور پر عاجز ہے، اور اللہ نے حج کو اسی پر واجب قرار دیا ہے جس کے پاس حج پر جانے کی استطاعت ہو؛ لہذا اس خادمہ کو یہ سمجھا کر کہ اس پر حج واجب نہیں ہے اطمینان دلایا جائے گا، اور یہ بھی کہ اگر

تمہاری موت بغیر حج کیے ہوگئی تو تم گنہگار نہیں ہوگی۔

ہاں اگر وہ یہ کہے کہ میں یہاں بھی تو بغیر محرم کے آئی ہوں؟ تو اسے سمجھایا جائے کہ تو نے ایک بار اللہ کی نافرمانی کی ہے تو کیا دوبارہ بھی کرنا چاہتی ہو؟ چنانچہ تمہارا اس طرح کی بات کرنا درست نہیں ہے، اور اسے یہ بھی سمجھایا جائے کہ حج پر اس کا جانا طاعت وبندگی ہے، تو کیا اس طاعت وبندگی میں وہ اللہ کی نافرمانی کرنا چاہتی ہے؟

س۲-بٹن لگا ہوا احرام پہننا یا آلپین لگا کر اسے سلے ہوئے احرام کی طرح کر لینے کا کیا حکم ہے؟

ج:-پہلی بات تو یہ ہے کہ: تہبند (یعنی نیچے کے احرام کی چادر) کو اس طرح سے باندھنا جو اسے گرنے یا کھلنے سے روکے جائز ہے، البتہ جسم کے اوپری حصہ کی چادر کے متعلق افضل یہ ہے کہ اس کے رکنے کے لئے آلپین یا کسی بھی دوسری چیز کا استعمال نہ کیا جائے، لیکن اگر کوئی شخص ایسا کرنے پر مجبور ہو تو پھر کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ البتہ جو لوگ گردن سے لے کر پیٹ کے نیچے تک آلپین لگا کر چادر کو قمیص کی طرح بنا دیتے ہیں تو یہ چیز غیر مناسب ہے، لیکن ایک آلپین لگا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، خاص کر ان

کے لئے جو بہت زیادہ حرکت کرتے ہیں۔

س۳- کیا والد کا اپنے اور اپنے شادی شدہ اولاد کی طرف سے جو کہ مستقل الگ الگ گھروں میں رہتے ہیں ایک ہی قربانی کرنا کافی ہے؟

ج:- ہر گھر پر ایک قربانی ضروری ہے، چنانچہ کسی کے پاس کئی شادی شدہ اولاد ہوں جو کہ مستقل الگ الگ گھروں میں رہتے ہوں تو ان میں سے ہر شخص پر اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک ایک قربانی ہے۔ البتہ اگر یہ سارے بچے والد کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہ رہے ہوں تو پھر سبھوں کی طرف سے ایک ہی قربانی کافی ہے، چاہے وہ شادی شدہ ہی کیوں نہ ہوں۔

س۴- کیا یہ ثابت نہیں ہے کہ پہلا تحلل صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے؟

ج:- ضرور ثابت ہے کہ جس نے عید کے دن جمرۂ عقبہ کی رمی کر لی تو اس کے لئے بیوی کے سوا ساری چیزیں حلال ہو جاتی ہیں، اور بہت سارے اہل علم کا یہی خیال ہے، لیکن دوسرے قول میں زیادہ احتیاط ہے کہ رمی اور حلق کے بعد حلال ہو۔ اور اس قول کی طرف عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں

اشارہ ہے، وہ کہتی ہیں کہ: میں نبی کریم ﷺ کو احرام کے وقت اس کی نیت کرنے سے پہلے خوشبو لگایا کرتی تھی، اور کعبہ کے طواف سے پہلے ان کے حلال ہونے کے لئے بھی لگایا کرتی تھی۔ اور اگر آپ ﷺ اس سے پہلے حلال ہوتے تو وہ یہ کہتیں کہ: حلق کرنے سے پہلے ان کے حلال ہونے کے لئے خوشبو لگایا کرتی تھی، لیکن جب انہوں نے یہ کہا کہ: طواف سے پہلے ان کے حلال ہونے کے لئے خوشبو لگایا کرتی تھی، تو اس جملہ کے اندر اس بات کی دلیل ہے کہ پہلا تحلل حلق کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ قول سنت سے زیادہ قریب ہے، اور اس میں احتیاط بھی ہے؛ لہذا رمی اور حلق سے فارغ ہونے سے پہلے، پہلے تحلل کے لئے جلدی کرنا مناسب نہیں ہے۔

س ۵- کیا مجھ پر اپنے بچے، بچیاں اور میری ذمہ داری میں جو بھائی بہن ہیں ان کے حج کا نفقہ واجب ہے؟ واضح رہے کہ انہوں نے اپنا فرض حج ابھی ادا نہیں کیا ہے؟ یا یہ کہ ان کے پاس از خود جب تک حج کے اخراجات اکٹھے نہ ہو جائیں ان پر حج فرض نہیں ہے؟

ج:- حج فرض عبادتوں میں سے ہے، نہ کہ کفایتی عبادتوں میں سے، اسی لئے انسان پر اپنے ان بال بچوں پر خرچ کرنا واجب ہے جو خود اپنے نفس پر

خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، لیکن اس پر ان کے حج کے اخراجات کو برداشت کرنا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ حج ایسی عبادت ہے کہ خود سے جو اسے ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے، وہ اس عبادت کو کرے گا، اور جو طاقت نہیں رکھتا ہے تو دوسرے پر اسے کرنا لازم نہیں ہوتا۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ جو اولاد خود سے فرض حج ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے والد پر اپنے ان اولاد کے فرض حج ادا کرنے کی خاطر اخراجات برداشت کرنا واجب ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے خلاف ہوگا: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ ''اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا'' [سورۃ الأنعام:۱۶۴]۔

حاصل کلام یہ ہے کہ: والد پر اپنی اولاد کے حج کے اخراجات کو برداشت کرنا واجب نہیں ہے، اگر وہ خود سے حج کی طاقت رکھتے ہیں تو کریں گے، نہیں تو ان پر حج فرض نہیں ہے۔

س ۶-۱مسال میں اپنے فوت شدہ والد کی طرف سے حج کرنا چاہتا ہوں، تو کیا حج کا اجر وثواب میرے والد کو اور مجھے بھی برابر ملے گا؟

ج- کسی شخص نے اگر اپنے فوت شدہ والد کی طرف سے حج کیا تو حج کا ثواب اس کے والد کو ملے گا، اور اسے حج کا ثواب نہیں ملے گا، لیکن اسے

اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا اجر ملے گا، البتہ حج کا ثواب اس کے والد ہی کو ملے گا، اس لئے کہ اس نے اپنے والد کو ہی حج کا ثواب پہنچانے کا ارادہ کیا ہے؛ لہذا اسے حج کا اجر تو نہیں ملے گا البتہ وہ محسن ہے اس لئے اسے احسان کا اجر ملے گا۔

س ۷- ایک شخص نے حج افراد کیا اور اس نے حج کے سارے اعمال کئے، لیکن حکم نہ جاننے کے سبب اس نے طوافِ زیارت نہیں کی، البتہ اس نے واپسی کے وقت طوافِ وداع بھی کیا، اب وہ امسال حج تمتع کرنا چاہتا ہے تو اسے کیا کرنا ہوگا؟

ج:- یہ ان غلطیوں میں سے ہے جن میں لوگ مبتلا ہوتے ہیں کہ غلطی حج کے موقعہ سے کرتے ہیں اور اس کے متعلق سوال سال دوسال کے بعد کرتے ہیں، سوال میں جیسا کہ واضح ہے کہ اس شخص نے طوافِ افاضہ چھوڑ دیا، اور طوافِ افاضہ حج کا ایک رکن ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ ''پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں'' [سورۃ الحج: ۲۹]۔ لہذا طوافِ وداع، طوافِ افاضہ کی طرف

سے کافی نہیں ہوسکتا؛ اس لئے کہ طوافِ افاضہ رکن ہے، اور طوافِ وداع واجب ہے، اور اس لئے بھی کہ طوافِ وداع کرنے والے نے طوافِ افاضہ کی نیت بھی نہیں کی تھی، اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ: (إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى) ''اعمال (کی درستگی) کا دارومدار نیت پر ہی ہے، اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا''۔
لیکن سوال یہ پیدا ہوتا کہ اب اسے کیا کرنا ہوگا؟

ج:- اس پر ابھی یہ واجب ہے کہ جب مکہ جائے تو عمرہ کرنے کے بعد یعنی عمرہ کے طواف، سعی اور بال کٹوا لینے کے بعد، جس سال اس نے طوافِ افاضہ چھوڑا تھا اس چھوٹے ہوئے طواف کی نیت کر کے طوافِ افاضہ کرے۔ اور اس درمیان اس کے لئے اپنی بیوی سے صحبت کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اسے تحلل ثانی حاصل نہیں ہوسکا ہے؛ کیونکہ تحلل ثانی رمی، حلق، طوافِ افاضہ اور سعی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

۸- سماحۃ الشیخ کی طرف ایک فتوی منسوب کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے ایک عورت کو جو گذشتہ رمضان میں عمرہ کی تھی، لیکن احرام کے بعد اسے حیض آگیا تھا، اور وہ اپنے گھر والوں کو اس کی اطلاع دیئے بغیر حیض کی

حالت ہی میں اپنا عمرہ مکمل کرلی اور ریاض واپس ہوگئی، پھر کچھ دنوں کے بعد اس کی شادی بھی ہوگئی، آپ کی طرف یہ بات نسبت کی جاتی ہے کہ آپ نے دوبارہ اس کے عقدِ نکاح کئے جانے کا حکم دیا ہے، اس لئے کہ آپ کا کہنا ہے کہ: اس کا پہلا عقدِ نکاح باطل ہے، تو کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور اس درمیان اس سے جو اولاد پیدا ہوئے ان کا کیا حکم ہے؟

ج:- یہ صحیح ہے، اس لئے کہ اس عورت نے حیض کی حالت میں جو طواف کیا، اس کا نہ تو وہ طواف صحیح ہوا اور نہ ہی اس کی سعی صحیح ہوئی، لہذا یہ اب احرام کی حالت میں باقی ہے، اور نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ: "محرم نہ تو نکاح کرے گا، نہ اس کا نکاح کیا جائے گا، اور نہ ہی خطبہ دے گا"۔ اور اس عورت کی شادی احرام کی حالت میں ہی ہوئی ہے، اس لئے اس کا یہ عقدِ نکاح فاسد ہے، کیونکہ احرام کی حالت میں نکاح سے منع کیا گیا ہے، اور ہر وہ عقد جس سے منع کیا گیا ہے وہ باطل ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"جس نے ہمارے طریقہ کے خلاف کوئی عمل کیا تو وہ مردود ہے"۔

البتہ شوہر اور بیوی نے آپس میں جو صحبت کئے اور اس کے نتیجہ میں جو بچے پیدا ہوئے، تو دراصل یہ سب کچھ جہالت کی بنیاد پر ہوا؛ لہذا جہالت

کے سبب وہ معذور ہوں گے، اور ان پر سوائے نئے سرے سے عقدِ نکاح کرنے کے اور کچھ بھی واجب نہیں ہوگا، یعنی نئے سرے سے عقد ہوگا، اور شوہر اپنی بیوی سے فوراً صحبت بھی کر سکتا ہے، عورت پر کوئی عدت نہیں ہے، اس لئے کہ بیوی اسی شوہر کی ہے اور اگر عدت کی بات بھی کہی جائے تو عدت بھی اسی کی ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ وہ پھر سے عمرہ کو جائے طواف اور سعی کرے، اپنے بال کو کٹوا کر اپنا عمرہ مکمل کر لے، پھر نئے سرے سے اس کا عقدِ نکاح کیا جائے۔

س:- کیا طواف افاضہ اور طواف وداع دونوں ایک ساتھ کیا جا سکتا ہے؟

ج:- اس کی دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ پہلے طوافِ افاضہ کرے، پھر اس کے بعد طوافِ وداع کرے، تو یہ بلاشبہہ جائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ افاضہ اور وداع کی نیت سے ایک ہی طواف کرے، تو یہ بھی جائز ہے۔

لیکن یہاں پہ سوال یہ ہے کہ کسی شخص نے اگر طواف افاضہ نہیں کیا، اور سفر کے وقت اس نے طوافِ وداع کی نیت سے طواف کیا، تو کیا

طوافِ افاضہ اس کے لئے ضروری نہیں رہ جاتا؟ نہیں، بلکہ اسے طوافِ افاضہ کرنا ہی ہوگا، اس لئے کہ طوافِ افاضہ رکن ہے۔

دوسرے آدمی نے سفر کے وقت صرف طوافِ افاضہ کی نیت سے طواف کیا، تو کیا اس کے لئے طوافِ وداع کرنا ضروری نہیں ہے؟ ہاں، اس کے لئے طواف وداع کرنا ضروری نہیں ہے، اس مسئلہ کو اس مثال سے سمجھیں کہ کوئی شخص مسجد میں داخل ہوکر سنت مؤکدہ پڑھنے لگے تو اس کے لئے تحیۃ المسجد پڑھنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔

تیسرا شخص وہ ہے جس نے سفر کے وقت ایک ہی طواف، طوافِ افاضہ اور طوافِ وداع کی نیت سے کیا، تو کیا یہ طواف دونوں کی طرف سے کافی نہیں ہوگا؟ کافی ہوگا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''اعمال کی درستگی کا دارو مدار نیت پر ہے''۔ اور اس نے طوافِ افاضہ اور طوافِ وداع دونوں کی نیت کی ہے۔

س: - اس مقولہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے کہ جس نے اپنا فرض حج کرلیا تو وہ دوسروں کو حج کرنے کا موقعہ دے؟ جیسا کہ بعض عوام کا کہنا ہے۔

ج:-میرا خیال یہ ہے کہ یہ غیر مناسب اجتہاد ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:(اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ) متفق عليه. ,,ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنا، دونوں عمروں کے بیچ کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے، اور حج مبرور کا ثواب جنت ہے،، بخاری اور مسلم۔اور ہر انسان جنت حاصل کرنے کے لئے حج مبرور کرنے کی محبت رکھتا ہے۔

اس مناسبت سے میں ایک مسئلہ سے آپ لوگوں کو باخبر کرنا چاہتا ہوں، جس میں بعض لوگ اجتہاد کرتے ہیں، اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ بہت سارے لوگ خاص کر فیملی والے اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ حج یا عمرہ کرتے ہیں، اورانہیں بھی احرام باندھ دیتے ہیں، جس کے سبب یہ بچے بھیڑ کے دنوں میں کافی پریشانیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اوراسی طرح والدین بھی پریشانی کا شکار ہوتے ہیں، بلکہ انہیں ساتھ میں رکھنے کے سبب طواف اورسعی کی بہت ساری سنتوں کو بھی چھوڑ دیتے ہیں، اور بچوں کو حج یا عمرہ کرانے کی ان کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ ہم اس کے ذریعہ اجر چاہتے ہیں، کیونکہ ایک صحابیہ نے اپنے بچے کو اٹھا کر اس کے حج کے سلسلہ میں نبی ﷺ

سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ: ''اس کا حج صحیح ہے اور تمہیں اس کا اجر ملے گا''۔ لہذا وہ کہتے ہیں کہ ہم اجر چاہتے ہیں اس لئے ہم انہیں حج کرا رہے ہیں، اس موقعہ سے ہم انہیں سمجھائیں کہ میرے بھائی آپ بھی اجر چاہتے ہیں، اور ہم بھی اجر چاہتے ہیں، لیکن آپ کا ان مناسک، حج اور عمرہ کے اعمال کو اطمینان، راحت اور سکون سے ادا کرنا اس سے بہتر ہے کہ آپ ان مناسک کو ادا کرتے وقت اپنے مُحرم بچے کی دیکھ بھال میں مشغول رہیں، انہیں اپنے کندھے پر لئے پھرتے رہیں، جس کے سبب آپ بعض افضل چیزوں کو بھی چھوڑ دیں، اس لئے جو اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ حج کے لئے جاتے ہیں، انہیں ہماری نصیحت ہے کہ ان بچوں کو احرام نہ بندھوائیں، اس لئے کہ الحمدللہ ان پر ابھی حج واجب بھی نہیں ہے۔

س:- بہت سارے نوجوانوں کے اندر یہ چیز دیکھنے میں آتی ہے کہ ان پر حج فرض ہو چکا ہے، اس کے باوجود بھی وہ بھیڑ اور گرمی کے بہانے سے حج کو اگلے سالوں تک کے لئے مؤخر کر دیتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟ جب کہ وہ حج کرنے کی طاقت بھی رکھتے ہیں؟

ج:- ان کے لئے حج کو تاخیر کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ حج کے جلدی کرنا

ضروری ہے، اور حج کے درمیان جو پریشانیاں انہیں لاحق ہوں ان پر وہ صبر کریں، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے عائشہ کو فرمایا: ''جس قدر تم تھکو گی اسی قدر اللہ تمہیں اجر دے گا''۔ لہذا ان کے لئے حج کو تاخیر کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ وہ اگلے سال تک زندہ رہنے کی ضمانت نہیں دے سکتے، اور اگر باقی بھی رہ جائیں تو استطاعت اور قدرت کی ضمانت نہیں دے سکتے، اس لئے کہ انسان کو مختلف چیزیں لاحق ہوتی رہتی ہیں، بیمار ہو جاتا ہے، پیسے ختم ہو جاتے ہیں، وغیرہ۔ چنانچہ جب حج کی فرضیت کی شرائط مکمل ہو جائیں تو حج کے لئے جلدی کرنا ضروری ہے۔

س:- ایک شخص نے فرض حج کیا جس میں اس سے بعض غلطیاں ہو گئیں تو کیا وہ دوسری بار حج کرتے ہوئے فرض حج کی نیت کرے گا؟

ج:- فرض حج اس کا ادا ہو گیا، اس لئے اسے دوبارہ فرض حج کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ حج میں جو کمی اس سے واقع ہوئی تھی اس کے لئے استغفار کرے اور معافی مانگے۔

س:- بحیثیت عسکری میں حکومتی سروس کر رہا ہوں، میں نے اب تک فرض حج ادا نہیں کیا ہے، اور تین سالوں سے حج کے لئے اجازت طلب

کررہا ہوں، لیکن مجھے چھٹی نہیں مل رہی ہے، تو کیا میں اس کے لئے ڈیوٹی سے غیر حاضر ہوسکتا ہوں؟ یا پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟

ج: - اس شخص پر حج فرض نہیں ہے، اس لئے کہ حج کی شرائط میں سے قدرت اور استطاعت کا ہونا ضروری ہے، اور جس کے پاس مکمل طور پر حج کرنے کی طاقت نہیں ہے، اس پر حج کرنا فرض نہیں ہے، لہذا انسان کو اس آسانی پر اللہ کی حمد وثنا بیان کرنا چاہئے، اور اگر اس کی ملاقات اپنے رب سے اسی حالت میں ہوئی تو یہ ملاقات اس حالت میں ہوگی کہ اس پر حج فرض نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے پاس حج کی استطاعت نہیں ہے۔ واللّٰہُ الْمُوَفِّقُ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

☆☆☆

ممنوعات احرام:

احرام کی حالت میں معتمر اور حاجی پر درج ذیل پابندیاں عائد ہوتی ہیں:

۱۔ جسم کے کسی بھی حصہ کے بال کو کاٹنا یا اکھاڑنا۔ ۲۔ ناخن کاٹنا۔ ۳۔ خوشبو لگانا۔ ۴۔ برّی شکار کرنا یا اس پر کسی شکاری کی مدد کرنا، سمندری شکار جائز ہے۔ ۵۔ شادی بیاہ یا منگنی کرنا کرانا۔ ۶۔ بیوی سے ہمبستری کرنا۔

۷۔بیوی کوشہوت کے ساتھ چھونا یا بوسہ دینا یا بدن سے چپکانا وغیرہ۔

۸،۹۔مرد کے لئے سلا ہوا کپڑا پہننا، یا سر اور چہرہ ڈھکنا۔

۱۰۔عورت کے لئے نقاب اور دستانہ پہننا۔لیکن غیر مردوں کے سامنے اسے اپنے چہرہ اور ہاتھ کودوپٹہ وغیرہ سے ڈھکنا ضروری ہے۔

ممنوعات احرام کے مرتکبین کی تین حالات ہیں:

۱۔جان بوجھ کر بلا ضرورت کسی ممنوع چیز کا ارتکاب کرنا، ایسا کرنا گناہ ہے اوراس شخص پرفدیہ واجب ہے۔

۲۔ضرورت کے تحت کسی ممنوع چیز کا ارتکاب کرنا، جیسے جوں کی کثرت کے سبب بال کومنڈوانا۔ایسا کرنا مباح ہے، البتہ فدیہ دینا ہوگا۔

۳۔عذر کی بنا پر کسی ممنوع چیز کا ارتکاب کرنا، جیسے جہالت کے سبب یا نیند کی حالت میں یا بھول کر یا مجبور ہوکر کرنا۔تو ایسی صورت میں نہ تو فدیہ ہے اور نہ ہی ایسا شخص گنہگار ہے، البتہ عذر کے ختم ہونے کے ساتھ ہی اسے ممنوع چیز سے اجتناب کرنا ہوگا۔

فدیہ کے اعتبار سے ممنوعات احرام کی چار قسمیں ہیں:

۱۔پہلی قسم : جس میں فدیہ نہیں ہے، یہ قسم نکاح یا منگنی کرنے یا کرانے

پر مشتمل ہے۔

۲۔ دوسری قسم: جس میں فدیہ اونٹ یا گائے ہے، یہ قسم بیوی سے ہمبستری کرنے پر مشتمل ہے، (ہمبستری کرنے سے عمرہ اور حج فاسد ہو جاتا ہے لیکن اس عمرہ اور حج کی تکمیل اور بلا تاخیر اس کی قضا ضروری ہے)۔

۳۔ تیسری قسم: جس میں فدیہ اسی کے مثل ہے، یا جو چیز اس کے قائم مقام ہے، یہ قسم بری جانوروں کے شکار پر مشتمل ہے۔ (مثال کے طور پر اگر کسی نے سترمرغ کا شکار کیا تو وہ بطورِ فدیہ بکرے کو ذبح کرے یا اس کی قیمت کے برابر غذا مکہ کے مسکینوں میں تقسیم کرے اس طرح سے کہ ہر مسکین کو نصف صاع خوراک دے، یا ہر مسکین کی خوراک کے بدلہ ایک دن روزہ رکھے۔)

۴۔ چوتھی قسم: جس میں فدیہ ۳ دن کا روزہ ہے، یا مکہ کے ۶ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، یا ایک بکرے کو، یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ ذبح کر کے مکہ کے مسکینوں میں تقسیم کرنا ہے۔ یہ قسم بقیہ ممنوعات احرام پر مشتمل ہے۔

اب ھم آپ کی خدمت میں ایسے مسائل سے متعلق معلومات پیش کررھے ھیں جن کا جاننا ھر مسلمان کے لئے ضروری ھے' تاکہ ان کی عبادت اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ھو۔

شرعی اور غیر شرعی وسیلہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَصَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ عَلَیٰ عَبْدِہٖ وَرَسُوْلِہٖ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

ہر طرح کی تعریف اللہ تبارک وتعالی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنہار ہے، اور رحمت وسلامتی ہو اللہ کے بندہ ورسول، ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور ان کے سبھی آل واصحاب پر۔ امابعد:

☆☆☆ **وسیلہ کا موضوع** بہت ہی اہم ترین موضوع ہے، اس ناحیہ سے کہ توحید الوہیت پر یعنی عبادت کے تعلق سے اللہ تعالی کی وحدانیت اور یکتائیت کے باب میں اس کی گہری چھاپ ہے، اور وہ اس طرح؛ کہ جائز وسیلہ ایمان اور توحید ہے، جب کہ اس کے بالمقابل حرام اور غیر شرعی وسیلہ یا تو بندہ کے ایمان کو ختم کر دیتا ہے یا یہ کہ ایمان کے واجبی کمال میں درار پیدا کر دیتا ہے۔

محترم قارئین! اس مسئلہ کی اہمیت اور خطورت کے پیش نظر اور اخوان واحباب کی چاہت پر میں نے توسل سے متعلق ان مسائل کی تلخیص کی ہے جو پیش خدمت ہیں۔

☆☆☆**توسل سے مراد:** توسل سے کئی چیزیں مراد لی جاتی ہیں:

ا۔اللہ تبارک وتعالی کا اس کی اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعہ تقرب حاصل کرنا؛اس کے احکام کی تعمیل کرکے اور منع کردہ چیزوں سے اجتناب کرکے؛

سورۃ المائدۃ میں اللہ تبارک وتعالی کا حکم ہے:

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ [المائدة : ٣٥]. ,,مومنو! اللہ تعالی سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب تلاش کرو،،۵/۳۵

۲۔کسی زندہ انسان کا، وسیلہ طلب کرنے والے شخص کے حق میں دعاء اور شفاعت کرنے کو بھی توسل کہتے ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے اپنے حق میں دعا کرایا کرتے تھے۔

توسل کی سابقہ دونوں قسموں کے جائز ہونے اوران کے ذریعہ وسیلہ طلب کرنے پر مسلمانوں کے مابین اتفاق ہے۔

۳۔اللہ تعالی کے حضور جس شخص کا وسیلہ پکڑا جارہا ہے اس کی قسم کھانا، جیسے یہ

کہنا: ,,اے اللہ تیرے فلاں ولی کی قسم مجھے بخش دے،،۔

۴۔اللہ تعالی سے اس کی کسی مخلوق، یا اس مخلوق کے جاہ وجلال، یا اس کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرنا، خواہ وہ مخلوق نبی مُرسَل اور مُقرَّب فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔

وسیلہ کی یہ آخری دونوں قسمیں حرام اور ممنوع ہیں۔

۵۔وسیلہ کا ایک اور خاص معنی بھی مراد ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ: وسیلہ اس مقام و مرتبہ کا نام ہے جو کہ نبی ﷺ کے لئے خاص ہے، جو کہ اللہ کے بندوں میں سے آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے موزوں نہیں ہے۔اس کی دلیل اذان کے بعد دعا کے متعلق وارد عبد اللہ بن عَمرو رضي اللہ عنہما کی حدیث ہے۔

☆☆☆حرام وسیلہ کی اقسام:

یہ درحقیقت مبتدعانہ وسیلے ہیں جو کہ اللہ تبارک وتعالی کے ساتھ شرک کا ذریعہ ہیں۔ان کی چند اقسام ہیں:

۱۔اللہ تعالی کے حضور جس مخلوق کا وسیلہ پکڑا جارہا ہے اس کی قسم کھانا، جیسے یہ کہنا: ,,اے ہمارے معبود تیرے نبی کی قسم ہماری مدد فرما،،۔

وسیلہ کی یہ قسم درج ذیل وجوہات کی بنا پر حرام ہے:

ا۔ یہ قَسَم اور حَلَف ہے۔ اور قسم، اللہ تعالی، اس کے نام اور اس کی صفات کے علاوہ کی جائز نہیں ہے، بطور دلیل بخاری اور مسلم میں عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے: (إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفاً فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ)۔ ,,اللہ عزوجل تمہیں اپنے آباؤ اجداد کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے، سوتم میں سے جو شخص قسم کھانا چاہتا ہے وہ اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے،،

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: (مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ) ,,جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے یقیناً شرک کیا،،۔ اس حدیث کو امام احمد اور بعض اہل سنن نے روایت کیا ہے۔

غیر اللہ کی قسم بعض حالات میں شرک اصغر ہے جب کہ بعض دوسری حالات میں شرک اکبر ہے اگر قسم کے ذریعہ قسم کھائے جانے والے شخص کی عبادت جیسی تعظیم مقصود ہو۔

ب۔ کسی مخلوق کے حضور مخلوق کی قسم کھانا ناجائز اور غیر مناسب ہے تو اللہ کے حضور کسی مخلوق کی قسم کھانا بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

ج ۔ یہ بدعت ہے، اس کا نہ تو اللہ تعالی نے حکم دیا ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے۔ بخاری اور مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: (مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ) ''جس نے ہمارے دین میں کسی نئی چیز کو ایجاد کیا جس کا تعلق ہمارے دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے'' اور صحیح مسلم کے اندر یہ لفظ وارد ہے کہ: (مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ) ''جس کسی نے ہماری شریعت کے خلاف کوئی عمل کیا تو وہ مردود ہے''۔

۲۔ زندہ یا مردہ، حاضر یا غائب شخص کی ذات اور شخصیت کے ذریعہ اللہ کے حضور وسیلہ پکڑنا، جیسے یہ کہنا: ,,اے اللہ تیری جناب میں تیرے نبی کی ذات کا وسیلہ ہے ہم پر رحم فرما،،۔

۳۔ کسی شخص کی جاہ ومنزلت، یا قدر وشرف یا اللہ تعالی کے یہاں اس کے حق کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا۔ جیسے یہ کہنا: ,,اے اللہ تیرے نبی کی جاہ، یا تیرے فلاں ولی کے رتبہ، یا فلاں بندہ کے حق یا تیرے نزدیک اس کی قدر ومنزلت کا تیرے نزدیک واسطہ ہے کہ تو میری حاجت پوری کردے،،۔

آخری دونوں قسمیں درج ذیل وجوہات کی بنا پر حرام ہیں:

ا۔ یہ بدعی وسیلے ہیں، اور ایسی عبادتیں ہیں جسے نہ تو اللہ تعالی نے مشروع کیا ہے اور نہ ہی اس کے رسول ﷺ نے؛ لہذا ہمارے لئے غیر مشروع چیزوں کے ذریعہ اللہ تعالی کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ غیر مشروع عبادتیں قبول نہیں کی جاتی ہیں بلکہ رد کر دی جاتی ہیں۔

ب۔ اگر یہ دونوں چیزیں مشروع ہوتیں تو ہمارے سلف صالحین، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ نے اسے ضرور کیا ہوتا، اور خاص کر بھلائی کے کاموں میں حرص کے سبب وہ ہم پر ضرور سبقت لے گئے ہوتے، لیکن ان کا اس طرح کے کاموں کا نہ کرنا اس کے بدعت ہونے کی واضح دلیل ہے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ ان کے زمانے میں قحط سالی کے سال وسیلہ پکڑنے کا سبب بھی پایا گیا لیکن اس موقعہ سے بھی انہوں نے نبی ﷺ کی بجائے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا سے وسیلہ پکڑا۔

ج۔ نیک اور صالح انسان کی جاہ ومنزلت اور قدر ومرتبہ کی اہمیت اللہ تعالی کے نزدیک اتنی نہیں ہے جتنی کہ کسی مخلوق کی جاہ ومنزلت اور قدر ومرتبہ کی اہمیت اپنے جیسی مخلوق کے نزدیک ہوتی ہے؛ کہ اس کے ذریعہ وسیلہ پکڑا جائے، اور اللہ تبارک وتعالی پر اس مخلوق کے جاہ وجلال اور حق کا اثر ورسوخ

ہو۔

د۔ یہ نفسانی خواہشات کی پیروی اور اللہ تبارک وتعالی کے ساتھ بے ادبی ہے۔ ورنہ ہمیں کیسے اس کا علم ہوا کہ اللہ تعالی کے نزدیک فلاں شخص کی جاہ ومنزلت یا شخصیت کی تاثیر ہے، یا اس پر کسی چیز کو واجب کرتی ہے؟

ہ۔ اللہ تبارک وتعالی پر کسی بھی مخلوق کا کوئی واجبی حق نہیں ہے، سوائے ان حقوق کے جنہیں کہ از خود اس نے اپنے اوپر واجب کرلیا ہے ، اور ان واجب کردہ چیزوں میں سے نہ تو انبیاء وصالحین کی شخصیت ہے اور نا ہی ان کی جاہ ومنزلت۔

و۔ صالحین کی شخصیت یا جاہ ومنزلت اور اس کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے اور دعا طلب کرنے کے بیچ کوئی مناسبت نہیں ہے۔ ہاں مناسبت صرف اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ جب صاحبِ جاہ از خود اپنے رب اور مولیٰ سے دعا کرے۔

۳۔ اللہ کے حضور بدعات ومحدثات کے ذریعہ جو کہ غیر مشروع ہیں وسیلہ پکڑنا۔ اور وہ اس طرح سے کہ بندہ ان بدعتوں کو دین سمجھ کر اللہ کے حضور تقرب حاصل کرے۔ مثال کے طور پر موالید اور شبِ معراج کا جشن منا کر،

بدعتی نمازیں پڑھ کر اور زمانۂ جاہلیت کی خوشیاں وغیرہ منا کر تقرب حاصل کرنا، جو کہ اعمال صالحہ کے ذریعہ تقرب حاصل کرنے کے خلاف ہیں، جن کا بیان آگے آرہا ہے۔

☆☆☆ اور چونکہ یہ قسم بھی بدعت پر مشتمل ہے جو کہ مردود ہے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں گزر چکا اس لئے ایسا کرنا بھی حرام اور امرِ ممنوع ہے، جس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے، عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:(...وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ) ,,اور تم لوگ اپنے آپ کو دین کے نام پر ایجاد شدہ بدعتوں سے بچاؤ، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے،، اس حدیث کو امام ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔

☆☆☆ جائز وسیلہ کی اقسام:

ا۔ اللہ تعالی کی ذات اور اس کے اسماء وصفات کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا، سورۂ اعراف کے اندر اللہ تبارک وتعالی نے لوگوں کو اس کی طرف سبقت کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ہے:﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ﴾ (اعراف:

۱۸۰)،،اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سوان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی،،۔۷/۱۸۰

نیز بخاری اور مسلم میں عائشہ رضي اللہ عنہا کی حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں شب قدر میں یہ دعا کرنے کی تعلیم دی: (اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ)،،اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، اور عفوو درگذر کو پسند کرتا ہے، سواے اللہ مجھے معاف فرمادے،،۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے عائشہ رضي اللہ عنہا کو اللہ تعالی کے نام (العفو) کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے کا حکم دیا، اور کتبِ احادیث میں اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں، اسی طرح اللہ تعالی کے اسم اعظم اور دیگر ناموں کے ذریعہ بھی وسیلہ پکڑنے کی احادیث موجود ہیں۔

۲۔نیک اعمال کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا جنہیں کہ بندہ نے اپنے مولیٰ اور معبود کی قربت حاصل کرنے کی خاطر کئے ہیں، سورۂ آل عمران کے اخیر میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْإِيْمَانِ أَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ

الْأَبْـرَارِ﴾ (آل عـمـران : ۱۹۳). ,,اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا با آواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ پس ہم ایمان لائے، یا الٰہی! اب تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کردے اور ہماری موت نیکوں کے ساتھ کر،،۔

۱۹۳/۳

اور اس کی دلیل سید استغفار والی روایت بھی ہے جس کو امام بخاری نے شداد بن اوس سے مرفوعاً روایت کیا ہے: (سَيِّدُ الإِسْتِغْفَارِ أَنْ يَّقُوْلَ الْعَبْدُ : " سید استغفار یہ ہے کہ بندہ یہ دوہائی دے : " اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَااسْتَطَعْتُ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ ، وَأَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ"......) ,,اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے تجھ سے جو عہد و پیمان کیا ہے اس پہ حتی المقدور قائم ہوں اور اپنے اعمال کی برائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تو نے مجھ پر جو نعمتیں کی ہیں اس کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی معترف ہوں، سو تو میرے

گناہوں کو بخش دے تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں،،۔

جو شخص اس دعا پر یقین رکھتے ہوئے شام کو پڑھتا ہے پھر صبح ہونے سے قبل اس کی وفات ہو جاتی ہے تو وہ اہل جنت میں سے ہے، اور جو اس پر یقین رکھتے ہوئے اسے صبح کو پڑھتا ہے پھر شام ہونے سے قبل اس کی وفات ہو جاتی ہے تو وہ اہل جنت میں سے ہے،، بخاری۔

اس حدیث میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان اور اللہ کی وحدانیت کے ذریعہ وسیلہ پکڑا گیا ہے۔

☆☆☆ اس قسم پر سب سے مشہور ترین دلیل ان تین لوگوں کے متعلق بخاری اور مسلم میں ابن عمر رضي الله عنہما کی حدیث ہے جن پر غار کا دروازہ بند ہو گیا، تو انہوں نے اپنے اپنے نیک اعمال کے ذریعہ وسیلہ پکڑا جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے انہیں اس مصیبت سے نجات دی۔

۳۔ نیک آدمی کی زندگی میں، نہ کہ اس کی وفات کے بعد اس کی دعا سے وسیلہ پکڑنا، اس کی واضح ترین مثال صحابۂ کرام ﷡ کا طرز عمل ہے کہ وہ نبی ﷺ کی حیات میں آپ ﷺ کی دعا کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے، جیسا کہ انہوں نے میدانِ بدر میں مدد کے لئے، اور بارش سے سیرابی کی خاطر نماز استسقاء

میں، اور بارش ہی غرض سے بروز جمعہ دورانِ خطبہ بھی دعا کرنے کو کہا، اور اس کے علاوہ بھی بہت ساری مثالیں ہیں۔

☆☆☆ اور اسی طرح صحابۂ کرام ﷺ نبی ﷺ کی وفات کے بعد اپنے باحیات نیک لوگوں کی دعاء کو اللہ کے حضور وسیلہ بنایا کرتے تھے، جیسا کہ عمر ؓ اپنے دورِ خلافت میں قحط سالی کے سال قحط کی وجہ سے سارے لوگوں کو مُصَلّٰی کی طرف لے کر گئے اور انہوں نے یوں دعاء کی: (اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قُمْ يَا عَبَّاسُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا) ''اے اللہ ہم تیرے حضور اپنے نبی کی دعاء کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے سو تو ہمیں سیراب کیا کرتا تھا، اور اب ہم تیرے حضور اپنے نبی کے چچا کی دعا کا وسیلہ پکڑ رہے ہیں سو تو ہمیں سیراب کر، اے عباس کھڑے ہوجایئے اور ہمارے لئے اللہ سے دعا کیجئے،، بخاری۔

قحط کی حالت میں بھی ان لوگوں نے نبی ﷺ کا وسیلہ نہیں پکڑا اور نہ ہی وسیلہ اور دعاء کی خاطر آپ ﷺ کی قبر کے پاس گئے، کیونکہ وہ صحابۂ کرام ؓ توحید کی حقیقت سے بخوبی واقف تھے، اور شرعی وسیلہ کیا چیز ہے؟ اسے بھی بخوبی سمجھتے بھی تھے۔

☆☆☆ عمر ﷺ کا عباس ﷺ کی دعاء کا وسیلہ پکڑنا بغیر کسی انکار کے بڑے اور چھوٹے صحابۂ کرام ﷺ کی موجودگی میں تھا، اسی لئے اس عمل کو قوی ترین اجماعِ تقریری میں شمار کیا گیا ہے۔

☆☆☆ **نبی ﷺ کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا:**

☆☆ سابقہ دونوں قسمیں بھی نبی ﷺ کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے کی صورتوں میں داخل ہے، اور ذیل میں جو صورتیں بیان کی گئی ہیں اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی ﷺ کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے کی بھی جائز اور ناجائز صورتیں ہیں:

۱۔ آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ پر ایمان کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا، یہ صورت فائدہ مند اور مشروع ہے، بلکہ یہی درحقیقت اصل ایمان ہے اور اس کا منکر بلاشک وشبہہ کافر ہے۔

۲۔ آپ ﷺ کی حیات میں آپ کی دعاء کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا، یہ صورت بھی فائدہ مند اور جائز ہے، جیسا کہ صحابۂ کرام ﷺ آپ ﷺ کی زندگی میں آپ سے دعاء طلب کیا کرتے تھے، اس کی مشروعیت پر بہت سارے دلائل ہیں جن میں سے چند ذکر کی جا چکی ہیں۔

۳۔قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا، یہ صورت شفاعت کی دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) شفاعت کی خاطر شفاعت کئے جانے والے شخص کے حق میں اللہ سبحانہ وتعالی کا شافع کو اجازت دینا۔

(۲) اللہ سبحانہ وتعالی کا ان دونوں سے خوش ہونا۔ بطور دلیل فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ﴾ (سورة النجم: ٢٦).

,,اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالی اپنی خوشی اور چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت دے دے،، ۵۳/۲۶

۴۔اللہ کے حضور رسول اللہ ﷺ کی ذات کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا۔

۵۔اللہ کے حضور رسول اللہ ﷺ کی جاہ، ان کی قدر ومنزلت اور حق کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا۔

۶۔اللہ کے حضور رسول اللہ ﷺ کی قسم کھا کر وسیلہ پکڑنا۔

☆☆☆ وسیلہ کی یہ آخری تینوں صورتیں جائز نہیں بلکہ حرام اور ممنوع

وسیلہ کی اقسام میں سے ہیں، کیونکہ یہ یا تو بدعت ہیں یا اللہ تعالی کی عبادت میں نبی ﷺ کو شریک بنانے کے مترادف ہیں، جو کہ نبی ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی دعاء کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے میں واضح ہے۔

نبی ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی دعاء کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے کو جائز سمجھنے والوں کی دلیل: یہ چند دلائل ہیں جنہیں وہ بار ہا ذکر کیا کرتے ہیں، واضح رہے کہ یہ دلائل دو طرح کی ہیں:

ا۔ پہلی قسم کی وہ دلائل ہیں جو کہ صحیح سند سے ثابت ہیں لیکن یہ دلائل ان کی مراد و مقصد کی نہیں ہیں، جیسا کہ اندھے کی حدیث سے دلیل پکڑنا، حالانکہ یہ حدیث ان کے مقصد کے خلاف نبی ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی دعاء کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے کی دلیل ہے۔ جو کہ اس حدیث کے صحیح الفاظ کی روشنی میں واضح ہے۔

ب۔ اور دوسری قسم کی وہ دلائل ہیں جو کہ غیر ثابت شدہ ہیں، اور عام طور پر وہ موضوع، گڑھی ہوئی، یا شدید ترین ضعیف یا منکر ہیں۔ جیسے:

ا۔ یہ خبر کہ: (إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوا بِجَاهِي، فَإِنَّ جَاهِي عِنْدَ اللّٰهِ

عَظِيمٌ) ,,جب تمہیں اللہ سے سوال کرنا ہوتو میری جاہ کو وسیلہ بنا کر سوال کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالی کے یہاں میری جاہ ومنزلت عظیم درجہ کا حامل ہے،،۔

یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے ۔ (ملاحظہ فرمایئے : فتاوی ابن تیمیہ ۲۷/ ۱۲۶و۲۴/ ۳۳۵ و۱/ ۳۱۹، اور اقتضاء الصراط المستقیم ۲/ ۷۸۳، اور الرد علی البکری ۱۱، ۴۵)۔

۲۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ خبر کہ نبی ﷺ نے ان کی بیماری پر یہ ورد کرنے کی وصیت کی: (اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّكَ، وَبِإِبْرَاهِيمَ خَلِيلِكَ، وَبِمُوسَىٰ نَجِيِّكَ، وَعِيسَىٰ رُوحِكَ وَكَلِمَتِكَ ......) ''اے اللہ میں تجھ سے تیرے نبی محمد ﷺ، تیرے خلیل ابراہیم علیہ السلام، تیرے نجی (تجھ سے سرگوشی کرنے والے) موسیٰ علیہ السلام، اور تیرے کلمہ اور روح عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے سوال کرتا ہوں......''

یہ خبر متروک ہے، اس کی سند میں ایسا راوی ہے جس پر جھوٹ کا اتہام ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے: قاعدة في التوسل :۱/ ۲۵۲)۔

۳۔ عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف اور ان سے مرفوع یہ روایت کہ جب آدم علیہ السلام سے غلطی ہوگئی تو انہوں نے کہا: (يَارَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ بِمُحَمَّدٍ لَّمَا غَفَرْتَ

لِـيْ) ،،اے اللہ میں تجھ سے محمد ﷺ کے حق کو وسیلہ بنا کر سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف فرمادے،،۔

اس روایت کی کوئی سند نہیں ہے بلکہ یہ اسرائیلیات کے قبیل سے ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے: قاعدۃ جلیلۃ ۱/ ۲۵۷ اور الرد علی البکري ۵/ ۱۱، اور صفحہ ۶۰ میں انہوں نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ: صریح قرآن کی روشنی میں یہ روایت جھوٹی ہے اور یہ موضوع روایتوں کے قبیل سے ہے)۔

۴۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ روایت کہ خیبر کے یہود، غطفان سے لڑائی کرتے وقت یہ کہا کرتے تھے: (اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الَّذِيْ وَعَدْتَّنَا أَنْ تُخْرِجَهُ لَنَا آخِرَ الزَّمَانِ إِلَّا نَصَرْتَنَا عَلَيْهِمْ فَيَهْزِمُوْنَهُمْ) ،،اے اللہ آخری زمانے میں جس نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرمانے کا تم نے وعدہ کیا ہے، ہم اس کے حق کے ذریعہ تجھ سے سوال کرتے ہیں، کہ تو ہماری مدد فرما، تو اس دعاء کی بدولت وہ لوگ قبیلۂ غطفان کے لوگوں کو شکست دے دیا کرتے تھے،، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خبر کو (قاعدۃ جلیلۃ ۱/ ۲۹۹) میں عبد الملک بن مروان کے سبب معلول قرار دیا ہے۔ اور یہ شخص متروک بلکہ کذاب ہے۔

۵۔عتبی اعرابی کی یہ خبر کہ وہ مغفرت اور شفاعت طلب کرنے کی غرض سے نبی ﷺ کی قبر کے پاس آیا، اور اپنے قصیدہ کے اندر اس نے یہ شعر بھی کہا ؎

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ أَعْظُمُهُ

فَطَابَ مِنْ طِيبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ

,,اے بہترین شخصیت جس کی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کردی گئی ہیں، تو ان ہڈیوں کی عمدگی کے سبب زمین اور ٹیلے بھی عمدہ اور بہتر ہو گئے ہیں،،۔

یہ خبر واہیات اور ظلمت بھری سندوں سے روایت کی گئی ہے جو کہ قطعاً دلیل نہیں بن سکتی ہے۔(ملاحظہ فرمائیے: الصارم المنكي ۲۵۳)۔

۶۔بعض اس طرح کی روایت شدہ خبریں کہ: (إِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُوْرِ فَاسْتَغِيْثُوْا بِأَهْلِ الْقُبُوْرِ) ,,تم اپنے حیران کن معاملوں میں صاحبِ قبور سے مدد طلب کیا کرو،، یا یہ خبر کہ: (فَاسْتَعِيْنُوْا بِأَهْلِ الْقُبُوْرِ) ,,اہل قبور سے مدد طلب کیا کرو،،۔ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ باتفاق اہل علم اس طرح کی باتیں موضوع اور جھوٹی ہیں۔(ملاحظہ فرمائیے: فتاوی ۱/۳۵۶ اور الفرقان ۱۱/۲۹۳)۔

۷۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً یہ روایت ہے کہ: (مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُّوْعِيَهُ اللّٰهُ

حِفْظَ الْقُرْآنِ وَحِفْظَ أَصْنَافِ الْعِلْمِ فَلْيَكْتُبْ هٰذَا الدُّعَاءَ فِي إِنَاءٍ ...اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ مَسْؤُولٌ لَمْ يُسْأَلْ مِثْلُكَ وَلَا يُسْأَلُ، أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ نَبِيِّكَ وَإِبْرَاهِيمَ خَلِيْلِكَ وَمُوسَىٰ نَجِيِّكَ ...) ,,

جس کسی کو یہ بات خوش کرتی ہو کہ اللہ تعالی اسے قرآن اور دیگر علوم کا حافظ بنادے تو اسے چاہیئے کہ اس دعاء کو کسی برتن میں لکھے...اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مسئول ہے تجھ جیسے سے نہ تو پہلے سوال کیا گیا ہے اور نہ ہی آئندہ سوال کیا جائیگا، میں تجھ سے تیرے نبی محمد ﷺ، تیرے خلیل ابراہیم علیہ السلام اور تیرے نجی (تجھ سے سرگوشی کرنے والے) موسیٰ علیہ السلام کے حق کے ذریعہ سوال کرتا ہوں...،،۔

اس کی اسانید تاریک کن ہیں جن سے کوئی بھی چیز ثابت نہیں ہوتی ہے، اور اس کے اندر جھوٹی باتیں ذکر کی گئی ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیے: قاعدة جليلة ۱/ ۲۵۹)۔

☆☆☆ خلاصہ کلام یہ ہے کہ وسیلہ کے متعلق باتفاق اہل علم نبی ﷺ سے ایک بھی مرفوع حدیث وارد نہیں ہے کہ جس پر آپ ﷺ کی شخصیت، جاہ ومرتبہ اور وفات کے بعد آپ ﷺ کی دعاء کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے جیسے امور

کے بارے میں اعتماد کیا جائے، بلکہ اس کے متعلق جتنی بھی روایتیں وارد ہیں علماء کرام نے انہیں منگھڑت بتایا ہے، جسے گڑھنے والوں نے یا تو جان بوجھ کر یا غلطی سے وضع کیا ہے، اور سلف صالحین رحمہم اللہ سے اس کے متعلق جو آثار وارد ہیں وہ اکثر ضعیف ہیں۔ (ملاحظہ فرمایئے: قاعدۃ جلیلۃ ۱/ ۲٦۱)۔ مختصر سی یہ بات اہل حق لئے کافی ہے۔

☆☆☆ اخیر میں اللہ تبارک وتعالی سے ہر ایک انسان کی ہدایت، علم نافع اور عمل صالح کے لئے دعاء گو ہوں جو کہ ضلالت وگمرہی سے محفوظ ہو۔ آمین۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم۔

عقیدہ سے متعلق بعض اہم باتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم.

محترم قارئین! اللہ کے ساتھ شرک کرنا سب سے بڑا گناہ ہے، ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار کہا: (کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کے متعلق خبر نہ دے دوں؟) ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم سبھوں (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ضرور اس کی خبر دیجئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اَلإِشْرَاکُ بِاللّٰہِ) ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا'' [بخاری ومسلم].

شرک کے علاوہ جو بھی گناہ ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں بخش دے، لیکن شرک ایسا گناہ ہے کہ موت سے پہلے اس سے توبہ کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز نہیں معاف کرسکتا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللّٰہَ لاَ یَغْفِرُ أَنْ یُّشْرَکَ بِہِ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے'' [سورۃ النساء:۴/۴۸].

محترم قارئین! شرک دو طرح کا ہوتا ہے، چھوٹا اور بڑا، بڑا شرک انسان کو

دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، اور اگر توبہ کے بغیر وفات ہوگئی تو ہمیشہ کے لئے ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

☆☆اسلامی ممالک میں پھیلے ہوئے شرکِ اکبر کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

قبر پرستی : وفات پائے ہوئے اولیاء کرام کو حاجتوں کی تکمیل اور مصیبتوں کو ٹالنے کی خاطر پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنے کا نام قبر پرستی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾ ''اور تیرا پروردگار صاف صاف یہ حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا'' [سورۃ الإسراء:۱۷/۲۳]. اور اسی طرح وفات پائے ہوئے انبیاء اور صالحین کو، شفاعت کے لئے، یا مصیبتوں اور سختیوں سے نجات کے لئے پکارنا۔شرک اکبر ہے۔؛ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ﴾ ''بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟'' [سورۃ النمل:۲۷/۶۲].

بعض لوگوں کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ فریاد کے لئے ولی، پیر اور شیخ کے نام ان کی زبان کے نوک پہ ہی ہوا کرتے ہیں، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، اور جب کبھی کوئی مشکل اور مصیبت آ گئی یا کسی پریشانی میں مبتلا ہو گئے تو یا محمد، یا علی، یا حسین، یا بدوی، یا جیلانی، یا شاذلی، یا رفاعی، یا عیدروس، یا سیدہ زینب اور یا ابن علوان جیسے ناموں کی دوہائی دیتے رہتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ ''بے شک اللہ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے اللہ کے بندے ہیں'' [سورۃ الأعراف: ۷/۱۹۴].

بعض قبر پرستوں کی حالت تو یہ ہے کہ: وہ قبروں کا طواف کرتے ہیں، اس کے کونے کو چھوتے ہیں، اس سے برکت حاصل کرتے ہیں، اس کی چوکھٹ کو بوسہ دیتے ہیں، اپنے چہرہ کو اس کی مٹی میں ملتے ہیں، دور سے نظر پڑتے ہی سجدہ کے لئے گر جاتے ہیں، قبروں کے سامنے عاجزی اور انکساری کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کا سوال کرتے ہیں، کوئی بیماری سے شفا طلب کرتا ہے، تو کوئی اولاد مانگتا ہے اور کوئی اپنے معاملہ کی آسانی چاہتا ہے، اور بسا اوقات صاحبِ قبر کو پکارتے ہوئے یہ

دوہائی بھی دیتا ہے: اے میرے مولیٰ، سید، آقا! بہت دور سے آیا ہوں، جھولی بھرے بغیر مجھے واپس نہ کرنا۔ حالانکہ ایسے لوگوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ☆ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ أَعْدَاءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِيْنَ﴾ ''اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں۔ اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے'' [سورۃ الأحقاف: ۴۶/۵-۶]. اور نبی علیہ صلی اللہ وسلم کا فرمان ہے: (مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْ لِلّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ) ''جس کی موت اس حالت میں ہوئی کہ وہ اللہ کے ساتھ شریک بنایا کرتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا'' [بخاری].

بعض لوگ تو قبروں کے پاس اپنے سروں کو منڈواتے ہیں، بعض ''مزارِ اولیاء کا حج'' نامی کتابوں کو اپنے پاس رکھتے ہیں، اور بعض یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اولیاء کائنات میں تصرف کرتے ہیں، اور نفع ونقصان بھی پہنچاتے

ہیں، حالانکہ اللہ تعالی کہتا ہے:﴿وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلاَ رَادَّ لِفَضْلِهِ﴾ ''اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو سوائے اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں'' [سورۃ یونس:۱۰/ ۱۰۷].

☆☆ جس مسجد میں، یا صحن میں، یا قبلہ کی طرف قبر ہو تو اس مسجد میں نماز درست نہیں ہے، اس کے متعلق شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

''قبر والی مسجد میں نماز درست نہیں ہے، خواہ وہ قبر نمازیوں کے پیچھے ہو یا آگے، دائیں ہو یا بائیں؛ کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:(لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ) ''اللہ تعالیٰ یہود ونصاری پر لعنت کرے جو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیں'' [بخاری ومسلم].اور آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:(أَلاَ وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَّسَاجِدَ، أَلاَ فَلاَ تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ) ''لوگوں سن لو! تم

سے پہلے جو لوگ تھے وہ اپنے انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا کرتے تھے، خبردار! تم اپنی قبروں کو سجدہ کی جگہ نہ بنانا، میں تمہیں اس چیز سے منع کرتا ہوں“ [مسلم].

اور ممانعت کی وجہ یہ بھی ہے کہ: قبر کے پاس نماز پڑھنا شرک اور اصحابِ قبور کے متعلق غلو کا ذریعہ ہے؛ لہذا مذکورہ دونوں حدیثوں اور ان جیسی دوسری حدیثوں پر عمل کرتے ہوئے اس سے روکنا واجب ہے، اور اس لئے بھی تاکہ یہ شرک کا ذریعہ نہ بن جائے۔

☆☆غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا شرک ہے:

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ ”پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر“ [سورۃ الکوثر: ۱۰۸/۲]. یعنی اپنے اللہ کے لئے اللہ کے نام پر ہی ذبح کیجئے، اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: (لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ) ”جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو“ [مسلم]. اور بسا اوقات ایک ہی ذبیحہ میں دو حرام چیزیں اکٹھا ہوجاتی ہیں: ۱- غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا اور ۲- غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا، اور جو جانور بھی خواہ غیر اللہ کے نام پر یا غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہو تو اسے کھانا

حرام ہے۔

☆☆ جاہلیت میں غیر اللہ کے نام پر جو جانور ذبح کئے جاتے تھے ان میں سے ایک جنوں کے نام کا ذبیحہ ہوتا تھا جو ہمارے زمانے میں بھی منتشر ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ جب وہ کوئی گھر خریدتے، یا بناتے، یا کنواں وغیرہ کھودتے تھے تو اس جگہ یا گھر کے چوکھٹ پر جنوں کے نام کا جانور ذبح کیا کرتے تھے تاکہ ان کی اذیتوں سے محفوظ رہیں۔[تیسیر العزیز الحمید].

☆☆ جادو، کہانت اور نجومی کا پیشہ شرک ہے:

جادو کفر ہے، سات ہلاک کرنے والے بڑے گناہوں میں سے ایک ہے اور یہ مفید نہیں بلکہ ضرر رساں ہے، اللہ تعالیٰ نے جادو سیکھنے کے متعلق فرمایا: ﴿وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾ ''یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے'' [سورالبقرۃ:۲/۱۰۲].اور یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتٰى﴾ ''اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوسکتا'' [سورۃ طہٰ:۲۰/۶۹].اور اکثر علماء کے یہاں جادوگر کافر ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى

الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتّٰى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ ''سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، اور بابل میں ہاروت ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا، وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر'' [سورۃ البقرۃ:۲/۱۰۲].

اس کے باوجود بعض لوگ جادو کے علاج کی خاطر جادوگروں کا سہارا لیتے ہیں، حالانکہ حق تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس کے کلام کے ذریعہ شفاء طلب کریں۔ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾، ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ ، ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ اور ان کے علاوہ دوسری سورتوں اور آیتوں کو پڑھ کر دم کریں۔

☆☆ **کاہن اور نجومی (جوتشی)** یہ دونوں بھی اگر علم غیب کی معرفت کا دعوی کریں تو کافر ہیں؛ کیونکہ اللہ کے سوا کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے، یہ لوگ سیدھے سادے لوگوں کو غفلت میں مبتلا کر کے ان کے روپیئے پیسے ہتھیانے کے چکر میں رہا کرتے ہیں جس کے لئے بے شمار وسائل اختیار کرتے ہیں،

جیسے: مٹی پر لکیر کھینچنا، ہڈیوں کو مارنا، ہاتھ کے لکیروں اور پیالہ کو پڑھنا، یا شیشہ کے گیند اور آئینہ میں چہرہ دکھانا وغیرہ، حالانکہ ان کی ۱۰۰ میں ۹۹ باتیں جھوٹی ہوا کرتی ہیں، کبھی کبھار ایک دو باتیں سچی بھی ہوجایا کرتی ہیں، لیکن غافل لوگ صرف انہیں باتوں کا گانا گاتے جو کبھی کبھار سچی ہوجایا کرتی ہیں؛ لہذا اپنے مستقبل کی جانکاری، شادی بیاہ اور تجارت میں کامیابی اور ناکامی، گم شدہ چیزوں کی معرفت وغیرہ کی خاطر ان جھوٹے، مکار اور عیار لوگوں کے پاس جایا کرتے ہیں، جب کہ ایسے لوگوں کے سلسلے میں شریعت کا حکم ہے کہ جو ان کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے وہ کافر ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: (مَنْ أَتَى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ) ''جو کاہن یا نجومی کے پاس آیا اور غیب کی باتوں میں اس کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل کردہ وحی (یعنی شریعت) کا انکار کیا'' [مسند احمد، دیکھئے: صحیح الجامع ۵۹۳۹]. اور اگر محض سوال اور تجربہ کی غرض سے جاتا ہے، غیب کی معرفت کے دعوی میں اس کی تصدیق نہیں کرتا ہے تو ایسا شخص کافر تو نہیں ہے، لیکن اس کی ۴۰ دن کی نمازیں قبول نہیں ہوتی ہیں، آپ ﷺ کا فرمان ہے: (مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ

تُقْبَلُ لَّهُ صَلاَةٌ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا) ''جس نے نجومی کے پاس آکر کسی چیز سے متعلق سوال کیا تو ۴۰ دن تک اس کی نمازیں قبول نہیں ہوتی ہیں'' [مسلم] لیکن ان دنوں میں اس شخص کے لئے نماز پڑھنا ضروری ہے، اور اسی طرح اپنے گناہوں سے توبہ کرنا بھی۔

☆☆ایسی چیزوں میں نفع کا اعتقاد رکھنا جسے اللہ تعالیٰ نے باعث نفع نہیں بنایا ہے، شرک ہے:

بعض لوگ کاہن اور جادوگر کے کہنے، یا پرانی رسم ورواج کی بنا پر تعویذ گنڈہ، شرکیہ جھاڑ پھونک، مختلف قسم کے موتیوں اور پتھروں میں، اور پیتل وغیرہ کے کڑوں میں نفع کا اعتقاد رکھتے ہیں؛ چنانچہ نظر بد سے بچنے کے لئے اپنے یا اپنے بال بچوں کی گردنوں میں اسے لٹکاتے ہیں، یا جسم پر باندھ لیتے ہیں، یا گاڑیوں اور گھروں میں لٹکاتے ہیں یا مختلف قسم کی نگوں والی انگوٹھیاں رفع مصیبت، یا بلا کو ٹالنے کے عقیدہ سے پہنتے ہیں، حالانکہ ان ساری چیزوں کو لٹکانا یا باندھنا وغیرہ حرام ہے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: (مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ) ''جس نے تعویذ گنڈہ لٹکایا یقیناً اس نے شرک کیا'' [مسند احمد، دیکھئے: سلسلہ صحیحہ ۴۹۲]۔ اور ایسا کرنے والا شخص اگر یہ اعتقاد

رکھتا ہو کہ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے بغیر، بذات خود مفید یا ضرر رساں ہیں تو پھر وہ بڑے شرک کا ارتکاب کرنے والا مشرک ہے، اور اگر یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ یہ نفع اور نقصان کے سبب ہیں، بذات خود ان کی تاثیر نہیں ہے، تو ایسا شخص شرک اصغر کا مرتکب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنہیں نفع اور نقصان کا سبب نہیں بنایا ہے، انہیں اس نے نفع اور نقصان کا سبب بنالیا، اور یہی ہے اسباب کے اندر شرک کرنا۔

☆☆ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے:

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے قسم کھائے، لیکن مخلوق کے لئے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، حالانکہ بہت سارے لوگ غیر اللہ کی قسم کھاتے رہتے ہیں، جب کہ قسم کے ذریعہ جس کی قسم کھائی جارہی ہے اس کی تعظیم مقصود ہوتا ہے جو کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لئے زیبا نہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ) ''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے یقیناً شرک کیا'' [مسند احمد اور ترمذی، دیکھئے: صحیح الجامع ۶۲۰۴]. اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: (مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا) ''جس نے امانت کی قسم کھائی وہ

ہم میں سے نہیں ہے" [ابوداؤد، دیکھئے: سلسلہ صحیحہ ۹۴]. لہذا کعبہ، امانت، شرف، مدد، کسی شخص کی برکت، کسی کی زندگی، نبی، ولی اور والدین کے جاہ وجلال اور بچوں کے سر وغیرہ کی قسم کھانا، یہ ساری قسمیں حرام ہیں، اور اگر کوئی اس طرح کی قسم کھالے تو اسے بطور کفارہ "لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" کہنا ہوگا صحیح حدیث میں وارد ہے: (مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلِفِهِ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ: لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ) "جس نے لات وعزی کی قسم کھائی وہ کفارہ میں لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہے" [بخاری].

☆☆ **اور اسی طرح کے دوسرے بھی شرکیہ اور محرم الفاظ ہیں** جنہیں انسان اپنی زبان سے ادا کرتا رہتا ہے، جیسے: میں اللہ اور آپ کی پناہ میں آتا ہوں، میں اللہ اور آپ پر بھروسہ کئے ہوا ہوں، یہ عنایت اللہ اور آپ کی طرف سے ہے، میرے لئے اللہ اور آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہے، آسمان میں میرے لئے اللہ ہے اور زمین میں میرے لئے آپ ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نہ ہوتا اور فلاں شخص نہ ہوتا، حالانکہ اس طرح کے الفاظ میں "اور" کے بجائے "پھر" کا استعمال ہونا چاہئے، جیسے: میں اللہ سے مدد کا طلب گار ہوں پھر آپ سے۔

☆☆**ان لفظوں کو استعمال کرنا بھی حرام ہے:** ہائے محرومی زمانہ، اور اسی طرح ہر وہ لفظ جس میں زمانہ کو برا بھلا کہا گیا ہو، جیسے یہ کہنا: برا زمانہ، منحوس گھڑی، غدار زمانہ، اور ان جیسے دوسرے الفاظ۔ اس کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ کو برا بھلا کہنے سے دراصل اللہ کو برا بھلا کہنا لازم آتا ہے، جس نے زمانہ کو بنایا ہے۔

☆☆**غیر اللہ کے لئے نذر ماننا بھی شرک ہے:**

اللہ کے علاوہ کسی کے لئے بھی نذر و نیاز کرنا شرک ہے، چنانچہ قبروں پہ چراغاں کرنے اور شمع جلانے کی نذر ماننا بھی شرک ہے۔

☆☆**انسانی زندگی پر حوادثِ کائنات، ستارے اور کواکب کی تاثیر کا اعتقاد رکھنا بھی شرک ہے:**

اخبار، ڈائجسٹ، جنتری اور ماہناموں میں شائع ہونے والے بروجی فالناموں کے ذریعہ قسمت آزمانا بھی شرکیہ کاموں میں سے ہے، اگر ایسا شخص ستارے اور نچھتروں کی تاثیر کا عقیدہ رکھتا ہے تو مشرک ہے، اور اگر محض اپنے دل کو اس سے تسلی دیتا ہے تو گنہگار ہے؛ کیونکہ شرکیہ چیزوں کے ذریعہ تسلی حاصل کرنا بھی ناجائز ہے، مزید یہ کہ اگر شیطان اسے اس کا

معتقد بنادے تو پھر یہ شرک کا ذریعہ ہو جائے گا۔

خطر التمائم والحروز

تعویذ گنڈوں کے خطرات

محترم قارئین! جب مومن بندہ کے دل میں اپنے رب سے متعلق یہ بات بیٹھ جائے کہ یقیناً اللہ رب العزت والجلال ہی پوری بادشاہی کا مالک ہے، اس بادشاہی میں جس طرح وہ چاہے تصرف کرتا ہے، پوری کائنات میں کوئی بھی اس کے حکم کے بغیر کسی معاملہ کی تدبیر کی طاقت نہیں رکھتا، اور یہ کہ مخلوق کی چھوٹی سی چھوٹی حرکت بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے، اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا، تب بندہ لوگوں کے ساتھ اپنے تمام علاقات کو ترک کر کے صرف ایک اللہ تعالی پر بھروسہ رکھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (سورة الطلاق/٣) ”اور اللہ پر جو بھروسہ رکھتا ہے اس کے لئے اللہ کافی ہے“۔

اور جو شخص اس مرتبہ کو پہنچ گیا وہی تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہوتا ہے کسی بھی مخلوق سے نہیں ڈرتا اور سب سے زیادہ عزت والا بھی وہی ہوتا ہے، اس

لئے کہ اس کا تعلق رب کائنات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوتا ہے اس سے وہ بیزار ہوتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالی ہی تمام امور کی تدبیر کرتا ہے، پس وہ اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اس لئے کہ اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق کے سارے معاملات کی تدبیر اللہ تعالی کرتا ہے۔ اور بعض کمزور ایمان لوگ یہ عقیدہ رکھ کر غلطی کرتے ہیں کہ مخلوق بھی خواہ وہ نبی ہوں یا ولی کائنات کے اندر تصرف کرتے ہیں، وہ نفع پہنچاتے ہیں اور مصیبتوں کو ٹالتے ہیں، یا یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ کوئی مخلوق ولی اور پیر وغیرہ کسی کو دھاگہ یا تعویذ گنڈہ وغیرہ دے کر نفع نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتا ہے۔ جیسا کہ کوئی تعویذ اس مقصد سے پہنتا ہے کہ اس کے یہاں اولاد پیدا ہو، یا بچھو کا زہر دور ہو جائے، یا شیطان کے شر سے محفوظ رہے، یا کسی سے محبت کرنے لگے، یا کسی سے نفرت کرنے لگے۔ حالانکہ اس طرح کے کام کرنے والے لوگ دو طرح کی غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہیں:

(ا) وہ یہ عقیدہ رکھنے لگتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی نفع اور نقصان کا مالک ہے، اور یہ اللہ تعالی کے ساتھ بہت بڑا شرک ہے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿قُلْ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ

هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ (سورۃ الزمر: ۳۸) ''آپ ان سے کہئے کہ اچھا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ مجھے کافی ہے، توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں''۔

اور اگر اس کی بجائے وہ یہ بھی اعتقاد رکھے کہ وہ بذات خود نفع اور نقصان کا مالک تو نہیں ہے، لیکن نفع اور نقصان کے لئے سبب اور ذریعہ ہے، تو یہ بغیر کسی دلیل کے اللہ تعالی پر الزام تراشی ہے، لہذا اگر کسی نے بغیر کسی شرعی یا حسی دلیل کے کسی چیز کو سبب یا باعث برکت بنایا تو اس نے اللہ کے ساتھ چھوٹے شرک کا ارتکاب کیا۔

(۲) اور ایسے کام کرنے سے غیر اللہ کے ساتھ تعلق جڑتا ہے، اور جس نے غیر اللہ کے ساتھ تعلق جوڑا اس نے دراصل اس پر بھروسہ کیا، اور جس نے غیر اللہ پر بھروسہ کیا اسے کمزوری، عاجزی اور ذلت کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

محترم قارئین! بے شمار ایسی حدیثیں ہیں جس میں تعویذ وغیرہ لٹکانے سے منع کیا گیا ہے، خواہ قرآنی آیات کی تعویذ ہی کیوں نہ بنائی گئی ہو، چنانچہ امام احمد اور ابوداؤد نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (إِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْکٌ) ''یقیناً رقیہ، تعویذ نیز شوہر اور بیوی کے مابین محبت پیدا کرنے کی خاطر کسی چیز کو پہننا شرک ہے''۔

ابوداؤد نے عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (مَنْ تَعَلَّقَ تَمِیْمَةً فَلاَ أَتَمَّ اللّٰهُ لَهُ) ''جس نے تعویذ گنڈہ لٹکایا اللہ اس کی حاجت پوری نہ کرے''۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے: (مَنْ تَعَلَّقَ تَمِیْمَةً فَقَدْ أَشْرَکَ) ''جس نے تعویذ گنڈہ لٹکایا یقیناً اس نے شرک کیا''۔

امام احمد اور ترمذی نے عبداللہ بن عکیم سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (مَنْ تَعَلَّقَ شَیْئًا وُکِّلَ إِلَیْهِ) ''جس نے تعویذ وغیرہ لٹکایا اسے اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے''۔

اور امام احمد نے عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ پیتل کا بنا ہوا کڑا دیکھا، آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا یہ کیا

ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ کمزوری سے بچنے کے لئے ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: (اِنْزِعْهَا فَإِنَّهَا لَا تَزِيْدُكَ إِلَّا وَهْنًا، وَلَوْ مُتَّ وَهِيَ عَلَيْكَ مَا أَفْلَحْتَ أَبَدًا) ''اسے اتار کر پھینک دو؛ اس لئے کہ یہ محض کمزوری ہی میں اضافہ کرے گا، اور اگر اسے پہنے ہوئے تیری وفات ہوگئی تو تو کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا''۔

وکیع نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے: (مَنْ قَطَعَ تَمِيْمَةً مِنْ إِنْسَانٍ كَانَ كَعَدْلِ رَقَبَةٍ) ''جس نے کسی انسان سے تعویذ کاٹا تو وہ اس کے لئے گردن آزاد کرنے کے برابر ہوگا''۔ اور انہوں نے ہی ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ صحابۂ کرام ہر قسم کی تعویذ کو مکروہ جانتے تھے خواہ وہ قرآن سے ہی کیوں نہ بنائی گئی ہوں۔

ابن ابی حاتم نے حذیفہ بن الیمان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں بخار سے بچنے کے لئے ایک دھاگہ بندھا ہوا ہے جسے انہوں نے کاٹ دیا اور قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ (سورة يوسف/ ١٠٦)

''ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں''۔

علمائے اسلام رحمہم اللہ نے تعویذ کے متعلق یہ وضاحت فرمائی ہے کہ یہ من گھڑت باتیں ہیں جیسے عرب اپنی اولاد کے گلوں میں نظرِ بد اور آفات سے بچنے کے عقیدہ سے پہنایا کرتے تھے، اور اسلام نے اس نظریہ کو باطل قرار دیا ہے۔

اور اسی طرح کے کچھ کام لیموزین اور ٹرک ڈرائیور وغیرہ کرتے ہیں کہ کالے رنگ کے پلاسٹک والے چپل، یا دھاگے، یا چیتھڑے وغیرہ اپنی گاڑیوں کے ساتھ اس عقیدہ سے لٹکاتے ہیں کہ یہ چیزیں انہیں حادثات، شر یا آفات وغیرہ سے محفوظ رکھیں گی، حالانکہ اس طرح کے کام بھی شرک ہیں؛ کیونکہ جن چیزوں کو اللہ نے حادثات سے بچنے کا سبب نہیں بنایا اسے ہم سبب بنا رہے ہیں۔

لہذا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالی اس کی حفاظت کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالی نے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل کرے اور ان چیزوں سے رک جائے جن سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے، اور اللہ تعالی کے حقوق اور حدود کی پابندی کرے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

(اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ) ''اللہ کی حفاظت کرو اللہ تیری حفاظت کرے

گا''، اور حفاظت کے اسباب میں سے یہ ہے کہ بندہ شرعی ذکر واذ کار اور ماثور دعاؤں کو صبح وشام پڑھا کرے۔جن میں چند درجِ ذیل ہیں:

۱-سب سے اہم ترین سبب ہے: اللہ تعالی کو اس کی عبادت، ربوبیت اور اسماء وصفات میں ایک ماننا اور اسی پر بھروسہ کرنا۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ ''اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا''[سورۃ الطلاق:۳].جن چیزوں سے خوف کھاتا ہے اللہ تعالیٰ ان سے اس کی حفاظت کرتا ہے، اس کا معاملہ آسان کر دیتا ہے اور اس کی ضرورتیں پوری کر دیتا ہے۔

۲- دوسرا سبب ہے: اللہ تعالیٰ جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اسے کرنا اور جن سے روکا ہے اس سے رک جانا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: (اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ) ''اللہ کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا''[ترمذی].اور سب سے اہم عبادت جس کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے وہ نماز ہے، جسے وقت پر باجماعت مسجد میں ادا کرنا واجب ہے، اور یہ دین کا ستون ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

۳- تیسرا سبب ہے: نبی ﷺ سے ثابت شدہ اذکار کو پابندی کے ساتھ

پڑھنا۔ جیسے: (ا) ہر فرض نماز کے بعد اور سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھنا۔
(ب) ظہر، عصر اور عشاء کی نماز کے بعد ایک بار اور فجر و مغرب کی نماز کے بعد تین تین بار ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾، ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھنا۔
(ج) (أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ) "میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں ان ساری چیزوں کی برائی سے جنہیں اس نے پیدا کیا ہے" [مسلم] کو صبح و شام تین تین بار پڑھنا۔
(د) (بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ) "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جس کے نام کے ساتھ زمین اور آسمانوں میں موجود کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے" [ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ]۔ کو سویرے اور شام تین تین بار پڑھنا۔
(ھ) گھر سے نکلتے وقت (بِسْمِ اللّٰهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ) "اللہ کے نام کے ساتھ میں نکلتا ہوں، میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، اللہ کی مدد کے بغیر نہ کچھ کرنے کی طاقت ہے اور نا ہی کسی چیز سے

بچنے کی قوت" [ترمذی ابوداؤد] پڑھنا۔

محترم قارئین! آپ کو جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو آپ کے لئے لازم ہے کہ آپ اپنی امیدوں کو صرف اللہ سے وابستہ رکھئے، اور اللہ کے تئیں اپنے بھروسہ کو مضبوط رکھئے، اور آسانی اور مشکل کی ہر حالت میں اللہ سے جڑ جایئے، اور اپنی زندگی کا مقصد نبی کریم ﷺ کی اس وصیت کو بنایئے جس کی وصیت آپ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کی تھی، اسے امام ترمذی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (يَا غُلاَمُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ، اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلاَّ بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلاَّ بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلاَمُ، وَجَفَّتِ الصُّحُفُ) "اے غلام میں تجھے چند باتیں سکھاتا ہوں، اللہ کی حفاظت کر وہ تیری حفاظت کرے گا، اللہ کی حفاظت کر اسے تو اپنے سامنے پائے گا، جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر، مدد مانگے

تو اللہ ہی سے مدد مانگ، اور جان لے کہ پوری امت اکٹھی ہو کر تجھے کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اس سے زیادہ نفع نہیں پہنچا سکتی، اور اگر پوری امت اکٹھی ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو جو اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتی، قلم اٹھا لیا گیا ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں"۔

محترم قارئین! جس کسی نے ایسے کام کئے اس کے لئے خیر کی خوشخبری ہے، اور وہ اللہ کی حفاظت ورعایت میں اپنی زندگی گزارتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (سورة الطلاق/٣) "اور اللہ پر جو بھروسہ رکھتا ہے اس کے لئے اللہ کافی ہے"۔

اخیر میں اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ اللہ ہمیں ایمان اور عملِ صالح کی توفیق عطا فرمائے، اور ہر طرح کی بدعات وخرافات سے بچائے۔

☆☆☆

ترتیب:

ابو عبد اللہ آفتاب عالم محمد انس مدنی

مكتب الدعوة وتوعية الجاليات بالسلي
ص.ب ١٤١٩ الرياض ١١٤٣١ هاتف : ٢٤١٤٤٨٨ - ٢٤١٠٦١٥ تحويلة ناسوخ ٢٣٢

الطبعة (١)

زاد المسلم

إعداد :
قسم الجاليات بالمكتب



أردو
٠٣٠١٢٤٦

كتب الجاليات ١٥٧
١٨